إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ

القول الفاصل
بین الحق والباطل

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا

اعتقاد

اور اہل سنت کا اُن سے اختلاف

مولفہ

احقر العباد محمد عرف سعید کان اللہ لہ

مطبوعہ دار الطبع کارعام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

امابعد میرے مکرم دوست جناب مولوی میر مردان علی صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ آپکا عنایت نامہ مع رسالۂ مرتبہ برادرم مولوی صفدر حسین صاحب جو میرے رد میں لکھا گیا ہے بذریعہ مشفقی مولوی سید عبد اللہ صاحب رضوی تحصیلدار بروز جمعہ ۲۷ شوال ۱۳۲۴ھ کو وصول ہوا اور نہایت ممنون کیا۔ مخدوم میرے! میں آجکل اس امر سے متنفر ہو گیا ہوں کہ ایسی قیل و قال میں اپنے اوقات کو ضایع کردں جس سے نہ مجھکو فائدہ ہو اور نہ میرے مخاطب کو۔ میں نے اسکے قبل ہی آپ سے بالمشافہ عرض کیا ہے کہ حق کو دریافت کرنیکا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ اور ہم اپنی فرصت کے اوقات میں ایک مقام میں جمع ہو جائیں جہاں اور لوگ نہوں اور ایک دوسرے کے عقائد کے متعلق جو شبہات ہوں اُنکو پیش کرکے قرآن و حدیث سے اُنکی صحت یا غیر صحت کا تصفیہ کرلیں کیونکہ قرآن شریف ہمکو اسکی ہدایت کرتا ہے کما قال تعالیٰ وَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ

اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ... دین کا معاملہ ہے جو درمیان خدا اور بندہ کے ہے اور اسمیں ننگ
و عار کو دخل نہ ہونا چاہیئے لیکن صدیوں کے تجربہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ آدمی محض ضد
اور اپنی بات کی پرداخت میں حق کو قبول کرنے سے انکار کر جاتے ہیں اور دوسروں پر
یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ہی غالب رہے اور یہی وجہ اختلاف کی ہے وَلَا یَزَالُوْنَ
مُخْتَلِفِیْنَ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ چنانچہ اس سے پہلے بعض احباب کے ساتھ مسئلہ وحدۃ الوجود
کی بحث نیز آپ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے کے متعلق جو تقریریں
وقتاً فوقتاً ہوئیں اُن سے مجھے یقین ہو گیا کہ ان جھگڑوں سے سوا آپس میں رنج اور
مخالفت پیدا ہونیکے کوئی فایدہ نہیں ہے اور اسی بناپر میں نے آپ سے عرض بھی
کیا تھا کہ جب ہم لوگ کسی مقام میں بغرض تفریح جمع ہوں تو وہاں اس قسم کی مذہبی بحث کو
راہ نہ دیں تاکہ طبیعتیں منغص و مکدر نہ ہونے پائیں اور آپنے ازراہ کرم وعدہ بھی فرمایا تھا
کہ مجھ ناچیز کی خواہش کے بموجب عمل ہوا کریگا۔ لیکن افسوس ہے کہ بھونگیر کو جب ہم
لوگ کوئی سات آٹھ ماہ قبل بغرض تفریح گئے تھے تو آپنے وہاں مذہبی بحث کو چھیڑا اور
میں نے اُسکو روک دینے کی غرض سے اس وجہ موجہ کو بیان کیا جو مجھے مرزا صاحب کے
ساتھ اختلاف کی ہے اور آپ کے ارشاد پر اسکو قلمبند بھی کر دیا جسکا خلاصہ یہی تھا
کہ اسلام میں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے وقت سے ابتک کسی نے
یہ نہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مثل اور انبیا کی موت کے مر گئے ہیں اور اگر
ابطال تثلیث یا حضرت عیسیٰ کی الوہیت کی تردید کے لئے جسکے نصاریٰ قائل ہیں

انکی حیات کا بھی انکار ضرور تھا تو خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اسکی اسی طرح صراحت فرمادیتے جیسی کہ قرآن مجید میں تثلیث اور دیگر غلط عقائد نصاریٰ کے متعلق کیگئی ہے نہ یہ کہ قرآن شریف کی اُن آیتوں کی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونیکی تردید میں نازل ہوئی ہیں ایسی تفسیر احادیث سے کیجاتی جن سے انکا آسمان پر زندہ ہونا اور قیامت کے قریب انکا نزول ثابت ہو۔ آج تیراسو چودہ بیس سال سے مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے اور خود مرزا صاحب کا براہین احمدیہ لکھنے کے وقت بھی یہی عقیدہ تھا۔ آپ کو اس سے انکار نہ ہوگا کہ براہین احمدیہ پر مرزا صاحب کو بہت ناز ہے چنانچہ اس کتاب کو لاجواب تصور کرکے مخالفین اسلام سے اسمیں جابجا تحدی کیگئی ہے اور اُن سے انعام کے وعدے ہوے ہیں۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کرسکتا کہ ایسی کتاب کے لکھتے وقت مرزا صاحب قرآن و حدیث سے جاہل تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے متعلق شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تصفیہ فرمایا تھا اس سے غافل یا اُسکو ان شبہات کی بنا پر جو اب انہیں لاحق ہوے ہیں اعتراض کے قابل نہیں سمجھا تھا۔

آپ نے میری اس دو سطری تحریر کے جواب میں جس تمہید کے ساتھ برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کا رسالہ پیش کیا ہے وہ نہایت طول وطویل ہے اور اسکا خلاصہ اسی قدر ہے کہ اسلام میں ہر زمانہ میں مجدد ہوتے رہے جنہوں نے اپنے اپنے وقت کے فسادوں کو دور کیا اور اسی بنا پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

عُلَمَاءُ اُمَّتِی کَاَنْبِیَاءِ بَنِی اِسْرَائِیْل فرمایا تھا اور اس زمانہ پر آشوب میں جناب مرزا صاحب خاتم مجدد ین امام اعظم اور مسیح موعود ہیں انکی امامت و مسیحیت کے اقرار کیلئے ضروری ہے کہ انکے اس دعوے کو مان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں اور جس مسیح کے نزول کا وعدہ احادیث میں ہوا ہے وہ یہی مرزا غلام احمد صاحب ہیں نہ کہ مسیح ابن مریم اور جبتک اس امام زماں و مہدی دوران کے اس دعوے کو ہر ایک مسلمان قبول نہ کرلے اسکا ایمان و اسلام ناقص ہے بلکہ اسکے لئے سوء خاتمہ کا اندیشہ اور جاہلیت کی موت مرنے کا خوف ہے۔

جناب عالی میں نہایت ادب کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ کے اس بیان کی کتاب و سنت سے مطلق تائید نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے خیالات کا دار و مدار بالکل مرزا صاحب کی تصانیف اور انکے حواریوں کی تحریرات پر ہے۔ جناب من قرآن شریف ایک ایسی محکم کتاب اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایسا غیر زوال پذیر معجزہ ہے جسکی حفاظت کا خود اللہ جل شانہ نے وعدہ فرمایا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اسی کتاب میں یہ حکم موجود ہے۔ مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔ جو لوگ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کی راہ کے سوا دوسرا طریق اختیار کرتے ہیں انکے لئے اسی کتاب میں یہ وعید سنائی گئی ہے۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِیْرًا۔ ساتھ ہی ان

لوگوں کو جو خدا و رسول کے کلام کو چھوڑ کر اپنے پیروں اور مرشدوں کی پیروی کیا کرتے ہیں قیامت کے دن جو حسرت و ندامت ہوگی اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انکی نسبت خدا کی جناب میں جو شکایت ہوگی اسکا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں کیا گیا ہے وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا **ترجمہ** اور جس دن گناہگار اپنے ہات کاٹ کھائیگا کہیگا کاش میں بھی پیغمبر کے ساتھ رستہ لیتا ہائے میری کمبختی کاش میں فلانے کو دوست نہ بناتا اس نے مجھکو نصیحت پہونچنے کے بعد بہکا دیا اور شیطان تو آدمی کو دغا دیتا ہے اور پیغمبر یہ عرض کرینگے کہ مالک میرے میری قوم اس قران کو چھوڑ بیٹھی

قرآن شریف میں مسلمانوں کو یہ بھی تاکید کیگئی ہے کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور ایک مقام میں ارشاد ہوا ہے وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَھُمُ الْبَیِّنٰتُ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس تنبیہ کے مسلمانون نے اختلاف کیا اور مختلف فرقے ہوگئے اور ہر ایک فرقہ نے یہی دعوی کیا کہ انکا متبوع مجدد و امام ہے اور اسکے جملہ اقوال و افعال کو خطا و غلطی سے محفوظ بتلا کر اسکو در پردہ صاحب شریعت ٹھہرا دیا۔

شیوع اسلام کے زمانہ سے آجتک دین میں جو جو انقلابات مرزا صاحب جیسے

مجددوں کی بدولت ظہور میں آئے اور جن سے عمارت اسلام متزلزل ہوگئی اور مسلمانوں میں بعوض اتفاق کے جسکی تعلیم شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی تھی افتراق واختلاف پیدا ہوگیا انکی تاریخ لکھنی نہایت دشوار ہے لیکن موجب مَالَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ اسکی مختصر کیفیت آپکی اطلاع کے لئے عرض کرنی ضرور ہے چنانچہ اس مقام میں میں ایک نظیر پیش کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسئلہ توحید ہی میں جو ایک قطعی الدلالہ مسلمہ مسئلہ ہے کیسا بے بنیاد اختلاف کیا گیا ہے اور مسلمان صراط مستقیم سے کس طرح بہکادیے گئے ہیں۔ آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کا نام سنا ہوگا اور انکی کتاب فصوص الحکم کے نام سے بھی غالباً واقف ہونگے۔ یہ بھی امام اور مجدد مانے جاتے ہیں اور انکو شیخ اکبر کا خطاب دیا گیا ہے۔ بعض ذی فہم علما جیسے امام عبدالوہاب شعرانی وغیرہ تو انکی کتاب کو محرف بتلاتے ہیں اور جن اقوال پر علماء دین ومتبعین کتاب وسنت نے دار وگیر کی ہے انکو انکے غیر کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مجھے انکی ذات سے مطلق بحث نہیں ہے اور نہ میں یہ یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ فصوص الحکم من اولہا الی آخرہا انھیں کی تصنیف ہے اور اسمیں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے۔ لیکن آپ کتاب مذکور کی اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔

کان موسی اعلم بالامر من ھرون لانہ علم ماعبدہ اصحٰب العجل بان اللہ فقد قضی ان لاتعبدوا الا ایاہ وماحکم اللہ بشیٔ الا وقع فکان عتب موسی اخاہ ھرون لما وقع الامر فی انکارہ وعدم التساعہ فان

العارف من یری الحق فی کل شیٔ بل یراہ عین کل شیٔ۔

شارحین و مترجمین کتاب فصوص الحکم نے اسکا خلاصہ یہی لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عتاب اور غضب ہٰرون علیہ السلام پر اس وجہ سے تھا کہ ہٰرون نے ہر وجہ سے گوسالہ اور عبادت گوسالہ کا انکار کیا اور انکا دل اسقدر وسیع نہ ہوا کہ گوسالہ وغیرہ ہر شئی کی گنجایش اُسمیں ہووے اور دل ہر چیز کو عین حق دیکھے نیز اسلیئے کہ ہٰرون نے نہ دریافت کیا اور نہ دیکھا کہ گوسالہ میں حق ہے اور یہی حق ہے اور عارف کامل ایسا ہی دیکھتا ہے۔

ہندوؤں کے وید سے جنکے ترجمے مامون الرشید کے زمانہ میں عربی دنیا میں پہونچائے گئے تھے بلاشبہ اس بیان کی تائید ہوتی ہے لیکن قرآن شریف کی اس آیت سے اس قول کا فساد ظاہر ہے وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِیْ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى۔ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا اَلَّا تَتَّبِعَنِ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِیْ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِیْ وَلَا بِرَاْسِیْ اِنِّیْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ و عتاب ہٰرون علیہ السلام پر اسوجہ سے تھا کہ انھوں نے گوسالہ کی عبادت کا ہر وجہ سے انکار کیا تو سورۂ اعراف میں یہ جو مذکور ہے کہ حضرت ہٰرون کی اس معذرت پر اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِیْ فَلَا

تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
یہ دعا فرمائی رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِاَخِیْ وَاَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ
اسکے معنی کیا ہونگے۔ اسی سورۃ میں یہ جو بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کی اس فرمائش پر
یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا
اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ اِنَّ هٰۤؤُلَاۗءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔
اور یہ کہا اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ اس سے تو معلوم
ہوتا ہے کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دل بھی اسقدر وسیع نہ تھا کہ ہر چیز کی عبادت
کو خدا ہی کی عبادت اور اسی کی مشیت کے مطابق سمجھکر گوارا فرمالیں۔

باوجود اس صریح مخالفت قرآن کے انکے متبعین نے اس قول کو قبول کرلیا اور
اسکو کالوحی من السماء سمجھکر ہر زمانہ میں اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا جلوہ دکھلاتے رہے اور اس قسم کی باتوں کو مغز قرآن اور اصل
دین قرار دینے لگے اور تاویلات کا دروازہ اسقدر وسعت کے ساتھ کھول دیا
جسکا بند ہونا قیامت تک دشوار نظر آتا ہے۔ لیکن الحمد للہ وقتاً فوقتاً ان مجددوں
اور انکے اقوال کی تکذیب و تردید کتاب و سنت سے برابر ہوتی رہی اور علماے
ربانی نے انکا تعاقب کرکے دین کو انکے شر و فساد سے بچایا اور مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ
عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ کے مصداق ہوے چنانچہ اسی گروہ میں
حضرت شیخ احمد سرہندی جنکو امت نے امام ربانی اور مجدد الف ثانی کا خطاب دیا ہے

داخل ہیں اور جن پر لفظ مجدد بالکل صادق آتا ہے اسی بزرگ نے وجودیہ کے اس قسم کے ہفوات کی تردید ان مختصر الفاظ میں کی اور لوگوں کو گمراہی سے بچانیکے لئے وحدۃ الشہود کی بناڈالی۔

اُیں جماعت کے کہ بہ وجود قائل است و از عبادت ماسوا اللہ منزہ اورا مشرک می نامند و آنکہ بیک وجود قائل است اورا موحد میگویند اگرچہ عبادت ہزار صنم نماید بتخیل آنکہ اینہا ظہورات حق سبحانہ و تعالیٰ اند و عبادت ایشاں عبادت حق است تعالیٰ شانہ۔ انصاف باید نمود کہ ازیں دو صنف مشرک کدام است و موحد کدام۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام بوحدۃ وجود دعوت نکردہ اند و وجود گویندہ را مشرک نہ گفتہ دعوت ایشاں بوحدۃ معبود است جل سلطانہ و عبادت ماسوا را شرک گفتہ اند۔ اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا را بعنوان غیریت ندانند دفع شرک نکنند ماسوا ماسوا است دانند یا نہ دانند

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اسکے سوا اور کیا فیصلہ فرما سکتے تھے کیونکہ قرآن شریف سے یہ بات بہ دلایل و براہین قاطعہ ثابت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپکی قوم نے جو مخالفت کی وہ اسی بت پرستی کی مذمت کی وجہ سے تھی۔ آپکا کعبہ سے بتوں کو نکالکر پھینکدینا اور خدا کے حکم سے یہ فرمانا کہ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ انہیں افعال و اقوال سے آپ سخت مصیبتوں میں مبتلا ہوے ورنہ آپ کی قوم آپ سے مصالحت کرنے بلکہ آپ کو اپنا سردار بنانے پر راضی اور آمادہ تھی۔ اسی قسم کے اور اختلافات کی دریافت کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں آپ

مولوی شبلی صاحب نعمانی کی الغزالی۔ الکلام اور سوانح مولانا روم ہی کو ملاحظہ فرمائیے جنمیں آپ کو ان تمام انقلابات کا ایک مختصر سا نقشہ نظر آجائیگا جو اسلامی عقائد میں ہر زمانہ میں اسی حمایت اسلام کے نام سے ظہور میں آتے رہے اور جن سے دین کو بعوض تقویت کے ضعف ہوتا گیا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے اتفاق کی دولت جاتی رہی۔ بعضوں نے کہا کہ جہول حقایق اشیا کے ادراک کی ایک قوت ہے اور یہ قوۃ کسی میں کم کسی میں زیادہ اور کسی میں زیادہ تر ہوتی ہے اور ترقی کرتے کرتے بعض انسانوں میں اس حد تک پہونچتی ہے کہ کسب و تعلم کے بغیر حقایق اشیا کا ادراک ہوجاتا ہے اور گو انکو کسی قسم کا بیرونی علم نہیں ہوتا لیکن اس قوۃ کی وجہ سے خود بخود انکو اشیا کا علم ہوجاتا ہے اور اسی کا نام ملکہ نبوت ہے اور اسی کو الہام اور وحی کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے واقعات بعد الموت۔ قیامت۔ بہشت۔ دوزخ وغیرہ امور میں بھی ایسی دور از کار تاویلیں کیں جنکو کلام الہی سے کوئی مناسبت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال معجزات و خرق عادات کا ہے جنکا ذکر قرآن مجید کے متعدد مقامات میں صراحت کے ساتھ ہوا ہے۔ چنانچہ انہیں حضرات کی تقلید میں سر سید مرحوم نے جنکو بھی مجدد اور مورد الہام ہونے کا دعوی تھا اپنی مختلف تصانیف میں نبوت۔ وحی۔ ملائکہ معجزہ۔ دعا و استجابت دعا کی وہ حقیقت بیان کی جو قرآن مجید کے بالکل خلاف ہے اور جس سے نواب محسن الملک بہادر مولوی سید مہدی علیصاحب نے نہایت محققانہ طرز سے ان دلچسپ الفاظ میں اختلاف کیا ہے۔

اکثر سائنس کے ماننے والوں کا یہی حال ہے کہ وہ دین کی باتوں پر اعتقاد رکھنے والوں

اور خدا کو متصف بصفات ثبوتیہ و سلبیہ ماننے والوں پر نہایت تعجب اور تاسف کرتے ہیں۔ پس جبتک آدمی علم کی معراج کے اس درجہ پر نہ پہونچ جائے وہ ایسے لوگوں کے نزدیک ضرور آبائی خیالات کا پابند سمجھا جائیگا۔ اور جبتک خدا رسول معاد اور اصول دین کو مانتا رہے گو وہ کتنے ہی زینے علم اور نیچر کے طے کر چکا ہو مجھی سا ضعیف القلب اور کمزور ٹہریگا۔ اگر فرق ہوگا تو کمی و بیشی کا۔ مجھے ایسے لوگ زیادہ بودے دل کا سمجھیں گے اس لئے کہ میں خدا کو قاضی الحاجات سمجھتا ہوں دعا کو ایک سبب حصول مقصود کا اور اجابت دعا کے معنی مطلب کا حاصل ہونا جانتا ہوں۔ جبریل کو ایک فرشتہ وحی کا لانے والا اور نبوت کو ایک عہدہ خدا کا دیا ہوا خیال کرتا ہوں۔ آپ کو ان باتوں کے انکار سے بہ نسبت میرے زیادہ قوی اور زیادہ ہمت والا سمجھیں گے مگر پورا مرد اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کی قید سے کامل آزاد نہ کہیں گے اسلئے کہ آپ بھی خدا کے معتقد رسول کے قائل قرآن کے مقر ہیں اور عذاب و ثواب حشر و نشر وغیرہ اصول دین کو مانتے ہیں گو بعض کی حقیقت میں عامہ مسلمین سے کچھ اختلاف رکھتے ہوں۔ آپ بعض جگہ تمام کے درجہ سے گزر کر مغالطہ میں پڑ گئے اور جس حد پر پہونچکر آپ کو ٹہر جانا چاہیے تھا اس سے گزر گئے۔ آپنے اُن باتوں کو جو اس زمانہ کے علم و سائنس نے پیدا کی ہیں بغیر کسی شک و شبہ کے صحیح اور یقینی مان لیا اور جو باتیں قرآن میں بظاہر اُسکے مخالف معلوم ہوئیں انمیں ایسی تاویلیں کرنی شروع

کیں کہ قرآن کا مقصود ہی فوت ہو گیا اور اسپر ستم ظریفی آپ کی یہ ہے کہ آپ تاویل کو
کفر قرار دیتے اور اپنی تفسیر کو قرآن کے الفاظ سیاق محاورے اور مقصود عام کے
مطابق بتاتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی آپ کا اصل مقصود کوسوں دور رہا ہے۔
اس لئے کہ نیچر اور لا آف نیچر اگر وہی ہے جو اس زمانہ کے یورپین حکیم بتاتے ہیں تو
خدا کی خدائی اور رسولوں کی رسالت اور عذاب و ثواب کا اقرار وہی آبائی
تقلید اور بچپن کی سنی سنائی باتوں کا اثر سمجھا جائیگا اور قرآن باوجود انکار
معجزات اور خرق عادات اور دعا اور اجابت دعا اور فرشتوں اور جنات کے
نیچر اور لا آف نیچر کے مخالف ہی رہیگا۔ پس میرے نزدیک آپ دو مصیبتوں
میں سے ایک میں سے بھی نہ نکل سکے کہیں قرآن کی معنی سمجھنے میں غلطی کی اور کہیں
اسکو نیچر اور لا آف نیچر کے مطابق ثابت کرنے میں۔ بعض جگہ تو قرآن کا آپ
وہ مطلب سمجھے جو نہ خدا سمجھا نہ جبریل نہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ صحابہ۔
نہ اہل بیت نہ عامہ مسلمان اور کہیں نیچر کے دائرہ سے نکل گئے اور
مذہبی آدمیوں کی طرح پرانے دلیلوں اور پرانی باتوں کا گیت گانے لگے۔ چنانچہ
آپکی تفسیر میں دونوں باتوں کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جہاں آپنے دعا اور اجابت دعا
کے مشہور معنوں سے انکار کیا اور معجزات اور خرق عادات کو ناممکن سمجھکر
حضرت عیسی کے بے باپ پیدا ہونے اور اُنکی طفلی کے زمانہ کے واقعات اور احیائے
اموات وغیرہ باتوں کو اہل کتاب کی کہانیاں ٹھہرایا وہاں آپ نے دکھا دیا کہ آپکی

تفسیر قرآن کے الفاظ اور سیاق عبارت اور اسکی عام منشاء سے کچھ مناسبت اور مطابقت نہیں رکھتی۔ اور جہاں آپ نے خدا کی خدائی اور پیغمبر کی پیغمبری اور قرآن کے کلام الہی ہونے اور ثواب و عذاب وغیرہ کا اقرار کیا گو اسکی حقیقت میں علمائے ظاہری کی رایوں سے اختلاف کیا ہو وہاں آپنے ثابت کر دیا کہ نیچر اور لاآف نیچر کا کچھ بھی اثر آپ پر نہیں ہوا۔ وہی سب پرانے خیالات آپ کے دل میں سمائے ہوئے ہیں جس پر نیچر کے جاننے والے اور لاآف نیچر کے ماننے والے ہنستے ہیں کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ اعتقادات لاز آف نیچر (قوانین فطرۃ) کے مطابق ہیں یا ماڈرن سائنس (علوم جدیدہ) سے انکی تصدیق ہو سکتی ہے۔ اور اعتقادات کا تو ذکر کیا ہے آپ صرف خدا کی خدائی فلسفۂ جدید سے ثابت کر دیجئے اور اُسکے خالق قادر علیم اور حکیم ہونے کا ثبوت حکماء زمانہ حال کے اقوال سے پیش کیجئے۔ میرے نزدیک اکثر فلسفی تو ایسے باہمت بہادر اور دل کے قوی ہیں کہ وہ خدا کے وجود کے اعتقاد سے بڑھکر کسی بات کو بیہودہ نہیں سمجھتے اور نعوذ باللہ خدا کو خود انسان کے وہم و خیال کا پیدا کیا ہوا کہتے ہیں۔ ہاں بعض اُسکے وجود کے قائل ہیں یا یوں کہئے کہ منکر نہیں ہیں مگر وہ بھی کس خدا کے قائل ہیں اس خدا کے نہیں جو ابراہیم اور محمد علیہما الصلوٰۃ والسلام کا خدا ہے بلکہ اوس خدا کے جو ڈارون اور ہیکل کا خدا ہے جسکا نام انکی زبان میں فرسٹ کاز اور عربی میں علۃ العلل ہے و ایں خدا بجو ئے نمی ارزد و بکار نمی آید۔ انکے خدا نے نہ کسی چیز میں تصرف کیا نہ کر سکتا ہے نہ وہ کسی قسم کا اختیار رکھتا ہے نہ کسی چیز کو جانتا ہے

نہ کسی بات کو سنتا ہے نہ قاضی الحاجات ہے نہ سمیع الدعوات نہ فاعل مختار ہے نہ قادر علی الاطلاق۔ ہاں اس سے انکار نہیں کہ وہ ایک ایسی ہستی ہو جس سے کوئی غیر معلوم مادہ بلا اُسکے اختیار اور بغیر اسکی مرضی کے اور بغیر تقدم زمانہ کے ظاہر یا پیدا ہو گیا اور اُس سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا و ہلم جراً مواد پیدا ہوتے ہوتے مادی کائنات کا ظہور ہوا اور ایک ناکامل حالت سے آہستہ آہستہ ترقی کرتے کرتے لاکھوں کروروں برسوں کی تغیرات اور تنازعات کے بعد یہ دنیا بنی اور جو کچھ اب ہم دیکھتے ہیں اسکا اس طور پر ظہور تدریجی عمل میں آیا ولکن لیس فیہ ما یدل علی الاختیار بل کلہ عن الاضطرار پس اگر یہ مسئلہ نیچر کا مان لیا جاے اور یہ لاز آف نیچر تسلیم کر لئے جائیں تو فرمائے وہ خدا جو خالق صانع قادر مرید سمیع علیم مصور اور حکیم اور کیا کیا مانا جاتا ہے کہاں باقی رہتا ہے اور اسکے ماننے والے کیونکر بچپن کے سننے سنائے خیالات کے قیدوں سے آزاد سمجھے جا سکتے ہیں اور جبتک کوئی ڈاروں کا ہمخیال اور ہیکل کا ہمصفیر نہ بنجائے کیونکر وہ دل کا مضبوط اور دانشمند کہا جا سکتا ہے۔ رہا انکا ہمخیال اور ہمصفیر ہونا اُسکی کسی اور کو خواہش ہو تو ہو مگر مجھے تو نہ اسکی خواہش ہے اور نہ طاقت میرا بودادل اور ضعیف دماغ تو اپنے اولڈ (پرانے) خدا کے چھوڑنے اور سارے صفات سے اُسے خالی کر کے صرف فرسٹ کاز (علۃ العلل) ماننے سے بہت گھبراتا اور لرزتا ہے۔ میں تو اپنی نادانی اور بزدلی کو اپنے حق میں ایسے حکیموں کی دانائی اور جوانمردی سے بہت زیادہ مفید سمجھتا ہوں لان البلاھۃ ادنی الی الخلاص من فطانۃ بتراء والعجز

اقرب الی السلامۃ من بصیرۃ حولاء
× × ×

میرے معزز دوست میں اس امر کو تسلیم کرتا ہوں کہ اسلام میں بڑے بڑے محدثین مجتہدین مفسرین متکلمین اور صوفیہ کرام گزرے ہیں جنھوں نے اسلام کی سچی حمایت کی اور اپنی بیش بہا تصانیف اور اپنے اخلاص و اعمال سے ایک عالم کو مسخر کرلیا اور دین کی وہ قابل قدر خدمتیں کیں جنکی نظیر اسوقت ملنی دشوار ہے اور اس زمانہ میں جو کچھ ہورہا ہے وہ انہیں اسلاف کی خوشہ چینی ہے۔ لیکن اگر آپ تحقیق فرمائیں تو معلوم ہوجائیگا کہ باوجود انکی خدمتیں مرزا صاحب کی خدمات سے نہایت اعلی وارفع ہونیکے کسی نے بھی مرزا صاحب کا سا دعوی نہیں کیا بلکہ انکے قابل تعریف کارناموں کو دیکھکر خود انکے معاصرین یا انکے بعد جو لوگ ہوے وہ پکار اٹھے کہ دین کے سچے حامی و محافظ اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقیقی وارث و نایب یہی لوگ ہیں۔

جس طرح اگلے زمانوں میں سچے حامیان دین اور جھوٹے مدعیان حمایت اسلام کے درمیان انکے اقوال کو کتاب وسنت پر عرض کرکے تفریق کیگئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ کون لوگ لایق اتباع اور کون قابل اجتناب ہیں اسی طرح اب ہمکو بھی جناب مرزا صاحب کے معاملہ میں یہ دیکھنا چاہئیے کہ انکے اقوال کی تائید کتاب وسنت سے ہوتی ہے یا نہیں چنانچہ انکے دعوے کی صحت یا عدم صحت کو دریافت کرنیکے لئے بھی ہم مسلمانوں کے پاس یہی ایک معیار ہے۔

جبکہ جناب مرزا صاحب کے تصانیف مثل توضیح مرام ازالۂ اوہام وغیرہا کے

نظر ڈالی جاتی ہے تو ہم پر یہ امر بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب حق سے کوسوں دور ہیں اور انکا دعویٰ محض کذب و افترا علی اللہ ہے چنانچہ اسکے ثبوت کیلئے میں انکے چند اقوال کو اس مقام پر نقل کرتا ہوں۔

توضیح مرام کے صفحہ ۲۱ پر جبریل کی یہ حقیقت بیان کیگئی ہے کہ محبت خدا و محبت بندہ کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتے ہیں ایک مستحکم اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم مثال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہوتی ہے جسکا نام روح القدس ہے۔ چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اسلئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اُن دونوں کیلئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ کی محبت کے لئے ضروری ہے جسکو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے" اور یہ کیفیت جو ایک آتش افروختہ کی صورت پر دونوں محبتوں کی جوڑ سے پیدا ہو جاتی ہے اسکو روح امین کے نام سے بولتے ہیں"۔

اس قول کا مردود ہونا قرآن و حدیث سے ظاہر ہے۔ اگر مرزا صاحب کے اس بیان کو قبول کرلیں تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پہلی دفعہ غار حرا میں حضرت جبریل کو دیکھکر ڈر جانا اور اسکے بعد بھی ہمیشہ وحی کے وقت آپکی حالت کا متغیر ہونا کس وجہ سے تھا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ جو چیز انسان کے دل میں خدا کی محبت سے پیدا ہو اُس سے تو اُنس ہونا چاہیئے نہ کہ خوف۔ اسکے علاوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب

کے روبرو حضرت جبریل کا ایک اعرابی کی شکل میں تشریف لانا اور اسلام اور ایمان کے متعلق لوگوں کی تعلیم کے لئے آپ کے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان سوال وجواب جو حدیثوں میں مذکور ہے یہ تمام باتیں ساقط الاعتبار ہو جاتی ہیں قطع نظر اسکے قرآن کا یہ بیان مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ بالکل مہمل اور لغو ہو جاتا ہے کیونکہ اگر جبریل کا کوئی وجود خارجی نہیں ہے تو پھر انکی عداوت کیسی اور اسپر یہ وعید کیا ہے - اسکے سوا سورۂ مریم میں یہ ذکر ہے کہ حضرت جبریل آدمی کی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور کہا اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا - مرزا صاحب نے روح القدس کی جو حقیقت بیان کی ہے اسکے رو سے معاذ اللہ یہ کہنا پڑیگا کہ حضرت مریم علیہا السلام کی خواہش شوہر یا تمنائے اولاد متمثل ہوئی تھی لیکن اسکی تردید خود قرآن شریف میں موجود ہے کیونکہ اگر یہی بات ہوتی تو مریم علیہا السلام جبریل کو انسان کی شکل میں دیکھکر یہ نہ فرماتیں اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا اور جب اسکے جواب میں حضرت جبریل نے کہا کہ میں تمہارے پروردگار کا رسول ہوں اور تم کو ایک پاک طینت کا لڑکا دینے آیا ہوں تو اسپر نہ کہتیں اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا حق تو یہ ہے کہ وجود ملایکہ کے متعلق اس قسم کی تاویلات کو جو لوگوں نے ہر زمانہ میں حقایق و معارف کے نام سے کی ہیں قبول کرنے سے زیادہ تر آسان یہ امر ہے کہ سرے سے قرآن ہی سے انکار کیا جائے اور چونکہ آج تیرا سو سال سے قرآن شریف کی سچائی

اور صداقت اور اسکا منزل من اللہ ہونا سیکڑوں عقلی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہی
لہذا بجز اسکے چارہ نہیں کہ ان تاویلات ہی کو لغو اور مہمل قرار دیں۔
توضیح مرام کے صفحہ ۱۸ میں مرزا صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے
اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہے کیونکہ
وہ خدا تعالی سے ہمکلام ہونیکا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جاتے ہیں
اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اسکی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے
اور مغز شریعت اُسپر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیا کی طرح اُسپر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں
بہ آواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے
اور نبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اسمیں پائے جائیں۔
اسی کتاب کے صفحہ ۷۶ میں لکھا ہے کہ احیاے جسمانی کچھ چیز نہیں احیاے روحانی
کے لئے یہ عاجز آیا ہے۔ اسی کتاب میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزوں کی نسبت
ارشاد ہوا ہے کہ تعجب نہیں کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح کو ایسے طریق پر اطلاع دیدی ہو
جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا کسی پھونک مارنیکے طور پر ایسا پرواز کرتا ہے
جیسے پرندہ پرواز کرتا ہے یا اگر پرواز نہیں تو پیروں سے چلتا ہو کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم
اپنے باپ* یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں
اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام درحقیقت ایک ایسا کام ہے جسمیں کلوں کے ایجاد کرنے

* ان الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے سرسید مرحوم سے یہ بھی سبق حاصل کیا ہے کہ حضرت عیسی کے باپ ہیں

اور طرح طرح کے صنعتوں کے بنانے میں عقل تیز ہو جاتی ہے۔

اس تحریر کے بعد حضرت مسیح کے معجزوں کو مسمریزم قرار دیکر کتاب مذکور کے صفحہ ۳۰۹ میں لکھتے ہیں کہ بہر حال مسیح کی یہ ترابی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لایق نہیں جیسا کہ عوام الناس خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہیں سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا ہے کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نرہتا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۳۱۰ میں لکھا ہے کہ "واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت براخاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنیکے لئے اپنی دلی و دماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے اپنے اُن روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈالکر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیۂ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اسکے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماروں کو اس عمل کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کے کامل طور پر دلوں میں قایم کرنے کے بارے میں انکی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا کہ قریب قریب ناکام رہے۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۲۲ میں تحریر فرمایا ہے کہ "غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بناکر اور انمیں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے

جانور بنا دیتا تھا نہیں بلکہ صرف عمل الترب تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جسمیں روح القدس* کی تاثیر رکھی گئی تھی بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔"

اس بیہودہ اور لغو بیان کے ملاحظے سے ناظرین پر روشن ہو جائیگا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلی کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کی کیسی توہین کی ہے۔ ہمکو اسکی تردید میں قرآن مجید کی ان آیات کو نقل کر دینا کافی ہے۔ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَکَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ (سورہ مائدہ)

سبحان اللہ خداوند تعالی شانہ تو حضرت عیسی علیہ السلام کے ان معجزوں کو

---

* مرزا صاحب نے اس سے پہلے روح القدس کی جو حقیقت بتلائی یہ بیان اسکے خلاف ہے یہ تو دروغ گورا حافظہ نباشد کی مثل صادق آئی

اپنی طرف منسوب فرما کر انکا ظہور حضرت عیسی کے ہاتھ پر جو ہوا اسکو اپنی عطا کی ہوئی نعمت قرار دیے اور قیامت کے دن حضرت عیسی کے ان کرامات کو اپنے احسانات میں شمار فرمائے اور کفار نے ان افعال کو سحر سے جو تعبیر کیا انکی غلطی ظاہر کرے اور مرزا صاحب انہیں معجزوں کو حضرت مسیح کی اعجوبہ نمائیاں اور انکو قابل نفرت قرار دیں اور قرآن کے بموجب مسلمانوں کا جو اعتقاد ان معجزوں کی نسبت ہے اسکو غلط فاسد اور مشرکانہ خیال کہیں۔ مرزا صاحب کے بیان کے بموجب اصل مسیح ابن مریم کی اگر یہ حالت تھی تو جو شخص مثیل مسیح ہونیکا دعوی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اپنے اندر حقیقت عیسویت ہے (ملاحظہ ہو صفحہ ۶۷ توضیح مرام) اسکی نسبت لوگوں کو کیا اعتقاد رکھنا چاہیئے اسکا فیصلہ خود مرزا صاحب اور اُن کے حواری بخوبی فرما سکتے ہیں۔

کتاب ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ سیفی فتح کچھ چیز نہیں ہے چند روزہ اقبال دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے سچی اور حقیقی فتح وہ ہے جو معارف اور حقایق اور کامل صداقتوں کے لشکر کے ساتھ حاصل ہو سو وہ یہ فتح جواب اسلام کو نصیب ہوئی ہے۔ صفحہ ۷۵۔

اسی کتاب کے صفحہ ۷۸ میں بیان کیا ہے کہ "سوچنا چاہیئے کہ جبکہ یہ ممکن ہے کہ بعض نباتات وغیرہ میں زمانہ حال میں کوئی ایسی خاصیت ثابت ہو جائے جو پہلوں پر نہیں کھلی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کے بعض عجیب حقایق و معارف اب ایسے کھل جائیں جو پہلوں پر کھل نہیں سکے کیونکہ اسوقت انکے کھلنے کی ضرورت

پیش نہیں آئی"۔ اسکے بعد صفحہ ۸۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "اب وہی وقت آگیا اب وہ وقت نادان مولویوں کے روکنے سے رُک نہیں سکتا۔ اب وہ ابن مریم جس کا روحانی باپ زمین پر بجز معلم حقیقی کے کوئی نہیں جو اسوجہ سے آدم سے بھی مشابہت رکھتا ہے بہت سا خزانہ* قرآن کریم کا لوگوں میں تقسیم کریگا"

ماشاء اللہ چشم بد دور قرآن شریف کے کیسے خزاین کھل رہے ہیں اور کیا کیا معارف وحقایق بیان ہو رہے ہیں۔ اس مقام پر بطور مشتے نمونہ خروارے دو تین نظیر ان حقایق و معارف کے پیش کیجایئں تو ناظرین کو محظوظ کرنیکے لئے کافی ہونگی۔ جناب مرزا صاحب اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۵ اکے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آیہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں بطور اشارت مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ یہود کی طرح آنیوالے مسیح موعود کی تکذیب نہ کریں اور مخفی طور پر میرا ذکر کر کے ایک لطیف پیرایہ میں میری پیشگوئی کی ہے اور دعا کے رنگ میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے"

* یاجوج و ماجوج۔ دجال اور اسکی ایک آنکھ کا فی ہونیکے متعلق نیز اسکے خر کی نسبت جو تاویلیں کی ہیں اور یہ بیان کیا ہے کہ یاجوج و ماجوج اہل روس یا چینی اور جاپانی ہیں۔ پادری لوگ دجال ہیں اور انکو صرف عقل معاش ہے عقل معاد نہیں اور انکی سواری کا خر یہی ریل گاڑی ہے ان تاویلات پر جناب مرزا صاحب اور آپکے حواریوں کو بڑا ناز ہے اور اسی قسم کی باتوں کو وہ خزائن قرآن کی تقسیم سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ ان اسرار کو دریافت کرنے کی ضرورت زمانۂ نزول قرآن نیز اسکے بعد کے زمانوں میں پیش نہیں آئی تھی۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ موجودہ حالات کو دیکھنے کے بعد ایسی تاویلیں ہر ایک شخص اپنی عقل سے تجویز کر لے سکتا ہے اسکے لئے نہ وحی کی ضرورت ہے اور نہ الہام کی لیکن اس امر کا کیا یقین ہے کہ یہ تاویلیں بالکل درست ہیں ممکن ہے کہ آیندہ زمانہ میں ایسی باتیں وقوع میں آئیں اور ایسے حوادث ظہور پذیر ہوں کہ ان تاویلوں کا غلط ہونا ثابت ہوجائے اور دیگر تاویلات کی ضرورت پیش ہو۔

کہ ایسا زمانہ تم پر بھی آئیگا اور تم بھی حیلہ جوئی سے مسیح موعود کو لعنتی ٹھراؤ گے" آخر میں ارشاد ہوا ہے کہ " یہ عجب خدا تعالی کی رحمت ہے کہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ میں ہی جسکو پنج وقت مسلمان پڑھتے ہیں میرے آنیکی نسبت پیشگوئی کردی فالحمد للہ علیٰ ذلک"

کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۸۹ پر جناب مرزا صاحب نے لکھا ہے۔

والیہ اشارۃ فی قولہ تعالی ونفخ فی الصور فجمعناھم جمعا وھو مراد من بعث المسیح الموعود یا معشر العاقلین اور اسکا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اور اسیکی طرف خدا تعالی کے اس قول میں اشارہ ہے ونفخ فی الصور آخر آیت تک اے عقلمندونکے گروہ یہ مسیح موعود کی بعثت سے مراد ہے"۔

کتاب تحفۂ گولڑویہ میں جسمیں تکفیر کے فتوے پر بجد بگڑکے علمائے اہل سنت کو بہت کچھ سخت وسست سنایا ہے قرآن شریف کی اس آیت کی وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ جو سورۂ تکویر میں ہے یہ تفسیر بیان کی ہے کہ ریل کا وجود اور اونٹوں کا بیکار ہونا مسیح موعود کے زمانہ کی نشانی ہے اور یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہوجائیگی۔ اسی سلسلہ میں کتاب مذکور کے صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے کہ " ہر ایک مومن کو خوشی سے اچھلنا چاہئے کہ خدا نے قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج و ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے یہ خبر دی ہے کہ اس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنی اونٹ جسپر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلاد شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کے لئے اُن سے الگ ہوجائیگا"۔

سبحان اللہ کیسے بیش بہا حقایق و معارف ہیں جو آجتک کسی مفسر قرآن کے حاشیۂ خیال میں نہیں آے۔

سورۂ تکویر کی آیہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کے ماقبل اور مابعد جو آیتیں ہیں غالباً وہ سب اس ایک آیت کی تفسیر کی خوشی میں مرزا صاحب کے خیال سے نکل گئی ہیں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ۔ یعنی جس وقت آفتاب لپیٹ لیا جاے اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں اور جس وقت پہاڑ چلاے جائیں اور جس وقت دس مہینے کی گیابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں اور جس وقت وحشی جانور آ بھریں اور جس وقت دریا خشک ہو جائیں اور جس وقت لڑکی سے جو زندہ درگور کردی گئی تھی پوچھا جاے کہ کس قصور کے بدلے میں ماری گئی اور جس وقت لوگوں کے نامۂ اعمال کھولے جائیں اور جس وقت آسمان کی کھال کھینچی جاے اور جس وقت دوزخ دھکائی جاے اور جس وقت بہشت قریب لائی جاے اسوقت ہر شخص جان لیگا کہ وہ کیا زاد آخرت حاضر لایا ہے۔

ناظرین ان آیات کو ملاحظہ فرمانیکے بعد مرزا صاحب نے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کی جو تفسیر کی ہے اسکی داد دیں اور جس طرح انھوں نے اپنی تفسیر پر ہر ایک مومن سے

کہ اسکی ابتدا سرسید مرحوم سے ہوئی ہے جنھوں نے خطبات احمدیہ لکھکر مخالفین اسلام کی آنکھیں کھولدیں اور انکو اس امر کی طرف متوجہ کردیا کہ بے سروپا حملے اسلام پر کرنیکے عوض تحقیق سے کام لیں۔ بالفرض اگر ہم قبول بھی کرلیں کہ انگلنڈ اور امریکا میں معدودے چند لوگوں نے آپ ہی کے بیان پر اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرلیا ہے تو آپکے خیال کی روسے خود مسلمان آپ کی مخالفت کے باعث دائرہ اسلام سے نکل گئے ہیں اور اس بنا پر یہ کہنا بجا ہوگا کہ لوگ بعوض یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے یَخْرُجُوْنَ مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کے مصداق ہورہے ہیں۔ اسوقت تک تو آپ اور آپ کے حواری ہنوز ایک غیر قوم کے جنکے پیغمبر کی آپ نے توہین کی ہے محکوم ہیں اور مسلمانوں سے اختلاف* اور نزاع کرکے اسی قوم کے حاکموں کی طرف شرمناک خوشامد اور ذلیل تملق کے ساتھ فیصلہ کیلئے رجوع ہوتے ہیں اور وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ کی وعید سے نہیں ڈرتے یہ ہے وہ عظمت ووقعت جو آپ کے طفیل سے ہندوستان میں اسلام کو نصیب ہوئی ہے۔

آپ پر جو وحی ہوتی ہے اسکا حال ملاحظہ فرمائیے الحکم میں مرزا صاحب کے جو مضامین

---

* اس مقام میں جناب مرزا صاحب کے اُن تحریرات کا تذکرہ ضرور ہے جنمیں انھوں نے مہدی کے انتظار کرنیوالوں کو خونخوار اور خود مہدی کو خونی کا لقب دیکر اپنے مخالفین سے برٹش گورنمنٹ کو بدظن کرنا چاہا ہے اور باوجود اس دعوے کے کہ اپنی صفت ولا یجزی السیئۃ بالسیئۃ ویدفع بالتی ھی احسن ہے اپنے مخالفوں کو نقصان پہونچانیکی کوشش کی ہے اور خود اپنے عقیدہ کو مفید مجن سرکار بتلایا ہے۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا یہی شان مامورین من اللہ کی ہوا کرتی ہے۔

وقتاً فوقتاً شائع ہوتے ہیں انمیں اسکا تذکرہ ہوا کرتا ہے۔ اکثر اوقات یہ ہوتا ہے کہ قرآن شریف کی کامل آتیں ہی آپ پر وحی کیجاتی ہیں اور کبھی اسمیں تغیر و تبدل ہوتا ہے تو وہ اسقدر رکیک اور خلاف فصاحت و بلاغت قرآن ہوتا ہے کہ اسکی سفاہت کو عربی زبان کا ایک مبتدی بھی بلاغور و تامل دریافت کرلے۔ آپ پر وحی ہونے کا ذکر براہین احمدیہ میں بھی موجود ہے اور اسمیں لکھا ہے کہ آپ پر وحی مختلف زبانوں میں ہوا کرتی ہے چنانچہ ایک مقام میں بیان ہوا ہے کہ ایک وقت انگریزی میں وحی ہوئی جسکے الفاظ یہ تھے "گاڈ شل ہلپ یو" مرزا صاحب کے خیال میں اسکے یہ معنی ہیں کہ خدا تعالے تمھاری تائید کریگا حالانکہ جو لوگ انگریزی زبان سے واقف ہیں وہ ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتے کہ خدا تعالی سے ایسی فاحش غلطی ہوگی اس جملہ کے معنی تو یہ ہیں کہ خدا اس امر پر مجبور ہے کہ تمھاری تائید کرے۔ اگر "گاڈ ول ہلپ یو" ہوتا تو عبارت بھی صحیح ہوتی اور معنی بھی صحیح۔ اس سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب کی وحی خدا کی طرف سے نہیں ہے۔

آپ کے الہامات اور مکاشفات کی کیفیت بھی قریب قریب اسی کے ہے چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۲ میں لکھتے ہیں کہ "یہ بھی مدت سے الہام ہوچکا ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان و بالحق انزلناہ و بالحق نزل وکان وعد اللہ مفعولا" پھر صفحہ ۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اس جگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھکر بہ آواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے انھوں نے ان فقرات

مارے خوشی کے اچھلنے کی خواہش کی ہے اسی طرح انکے اس فہم قرآن پر مرحبا اور جزاک اللہ کے نعرے بلند کریں۔ بلاشبہ مرزا صاحب کے ارشاد کے بموجب جس زمانہ میں قرآن شریف کی ایسی تفسیر کیجائے وہ دجال ہی کا زمانہ ہے اور ہم بھی اسکی تصدیق کرتے ہیں اور مسیح موعود کے منتظر ہیں کہ وہ تشریف لاکر اس قسم کے دجالوں کو ہلاک کریں اور مسلمانوں کو ان کے فتنوں سے نجات دیں۔

طرفہ غضب یہ ہے کہ ان خزائن قرآن پر خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے اصحاب باصفا کو بھی وقوف نہیں تھا کیونکہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں اسکی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ مثال دیجاتی ہے نباتات کے افعال وخواص کی جنکی نسبت صاحب الوحی نے فرمادیا۔ انتم اعلم بامور دنیاکم اور آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کو پس پشت ڈالدیا ہے۔ سیفی فتح کی نسبت آپکا یہ تحریر فرمانا کہ کچھ چیز نہیں فی الحقیقت قرآن مجید کا معارضہ ہے جسمیں یہ ارشاد ہوا ہے اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا اللہ جلشانہ تو سیفی فتح کو فتح مبین سے تعبیر فرمائے اور مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ سیفی فتح ہیچ ہے اور جو فتح آپ کے ہاتھ پر اسلام کو نصیب ہوئی وہ قابل قدر ہے۔ اس مقام پر مرزا صاحب کی فتح کی کسی قدر صراحت کرنی ضرور ہے۔ آپ نے آریہ سماجوں کا مقابلہ کیا اور اپنے حواریوں کی تائید سے ریویو آف ریلیجنس شائع کر رہے ہیں جسمیں مسائل جہاد۔ غلامی۔ تعدد ازواج۔ عصمت انبیاء وغیرہ امور کے متعلق سابق کے علما کی تحریروں کا خلاصہ اردو میں بیان کیا جاتا ہے اور اُسکا ترجمہ انگریزی زبان میں ہو کر شائع ہوتا ہے

کیا یہ کام اس سے پہلے مسلمانوں سے نہیں ہوے تھے۔ کیا مسلمانوں نے فلسفہ و کلام کا مقابلہ کرکے اسلام کی حقانیت ثابت نہیں کی۔ کیا مسلمانوں نے یہودیوں عیسائیوں اور مشرکوں کو ہر زمانہ میں نیچا نہیں دکھایا۔ ان علمی فتوح کے ساتھ اگر سیفی فتح نہوتی تو آج اسلام کا نام ونشان باقی نہیں رہتا۔ علمی مباحث کو سمجھنے والے دنیا میں بہت کم ہوا کرتے ہیں وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ جبکہ سیفی فتح سے اسلام متمکن ہوگیا اور بہت سے غیر اقوام مسلمان ہوگئے تو انکی نسلوں نے بھی اپنے آبائی دین کو قبول کرلیا اور انہیں میں سے ہر زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے گئے جو اسلام کی تائید اور حمایت پر آمادہ ہوے اور اسی طریقہ سے اسلام کو ابتدائے شیوع سے عروج ہوتا رہا۔ جناب مرزا صاحب کا زمانہ تو اسلام کے لئے فی الحقیقت نہایت غربت اور ضعف کا زمانہ ہے آریہ سماجوں کے ساتھ آپکے مقابلہ کرنے یا عیسائیوں کی تردید سے جو کچھ فائدہ ہوا اور ہورہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے مرزا صاحب اور آپکے حواری یہ تو بتلائیں کہ آریہ سماج کے فرقہ سے کتنے آدمیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور کتنے عیسائیوں نے آپکی تعلیم کے بدولت کلمۂ شہادت پڑھا۔ آپ کی درشت کلامی اور آپکی یاوہ گوئی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آریہ لوگ اسلام کے پہلے سے بھی زیادہ دشمن ہوگئے اور نہایت سختی کے ساتھ اللہ و رسول پر حملے کرنے لگے باقی رہا انگلنڈ اور امریکا میں اسلام کی نسبت بعض لوگوں کے خیالات جو بدل رہے ہیں اسکو آپ اپنی کوششوں کا نتیجہ قرار دیں تو یہ محض کذب اور تعلی ہے اور جو لوگ اخباری دنیا سے واقف ہیں کبھی اسلام کی اس کامیابی کو آپ کی طرف منسوب نہیں کرینگے۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ

کو پڑھا انا انزلناہ قریبا من القادیان تو میں سنکر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب انھوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقع پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے اور میں نے کہا کہ تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ قرآن شریف میں درج کیا گیا ہے مکہ مدینہ اور قادیان*۔

آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ پر مرزا صاحب نے اپنے الہام کے متعلق یہ حکایت بیان فرمائی ہے کہ "مجھکو یاد ہے کہ ابتدائے وقت میں جب میں مامور کیا گیا تو مجھے یہ الہام ہوا جو براہین کے صفحہ ۲۳۸ میں مندرج ہے یا احمد بارك الله فيك ما رميت اذ رميت ولكن الله رمى الرحمن علم القران لتنذر قوما ما انذر اباءهم ولتستبين سبيل المجرمين قل انى امرت وانا اول المومنين۔ اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "ان الہامات کے بعد کئی طور سے نشان ظاہر ہونے شروع ہوئے چنانچہ منجملہ انکے ایک یہ کہ ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی رات کو اسقدر شہب کا تماشا آسمان پر تھا جو میں نے اپنی تمام عمر میں اسکی نظیر کبھی نہیں دیکھی اور آسمان کی فضا میں اسقدر ہزارہا شعلے ہر طرف چل

* نہایت تعجب ہے کہ مرزا صاحب نے قرآن شریف میں شہر قادیان کو تو داخل کیا لیکن بیت المقدس کو قرآن سے خارج کر دیا اور سورہ بنی اسرائیل کی اس آیت کو بھول گئے سبحن الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى بركنا حوله لنريه من ايتنا انه هو السميع البصير یا تو یہ قرآن شریف میں تحریف کرنیکی سزا ہے یا یہ سمجھنا چاہئے کہ قادیان میں آپ کی مسجد کو آپ کے حواری چونکہ مسجد اقصی کے نام سے اخبار الحکم وغیرہ میں لکھا کرتے ہیں اسلئے آپ کے پاس شہر بیت المقدس کوئی بزرگی کا مستحق نہیں۔

رہے تھے جو اس رنگ کا دنیا میں کوئی بھی نمونہ نہیں تا میں اسکو بیان کرسکوں ۔ مجھکو یاد ہے کہ اسوقت یہ الہام بکثرت ہوا تھا کہ ما رمیت اذ رمیت و لکن اللہ رمی سو اس وحی کو رمی شہب سے بہت مناسبت تھی"۔

جناب مرزا صاحب نے اسکے سلسلہ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ "یہ شہب ثاقبہ کا تماشہ یورپ امریکہ اور ایشیا کے عام اخباروں میں بڑی حیرت کے ساتھ چھپ گیا لوگ خیال کرتے ہونگے کہ یہ بیفائدہ تھا لیکن خداوند کریم جانتا ہے کہ سب سے زیادہ غور سے اس تماشے کا دیکھنے والا اور پھر اس سے حظ اور لذت اٹھانیوالا میں ہی تھا میری آنکھیں بہت دیر تک اس تماشے کو دیکھنے کی طرف لگی رہیں اور وہ سلسلہ رمی شہب کا شام سے ہی شروع ہو گیا تھا جسکو میں صرف الہامی بشارتوں کی وجہ سے بڑے سرور کے ساتھ دیکھتا رہا کیونکہ میرے دل میں الہاماً ڈالدیا گیا تھا کہ یہ تیرے لئے نشان ظاہر ہوا ہے اور پھر اسکے بعد یورپ کے لوگوں کو وہ ستارہ دکھائی دیا جو حضرت مسیح کے ظہور کے وقت نکلا تھا اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ ستارہ بھی تیری صداقت کے لئے ایک دوسرا نشان ہے"۔

کتاب آئینہ کمالات اسلام میں جناب مرزا صاحب کے یہ تمام ارشادات اس بیان کے ضمن میں ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے وقت بھی کثرت سے شہب گرے اور عرب کے لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ کوئی عظیم الشان آدمی پیدا ہوا ہے چنانچہ مرزا صاحب نے بھی اس خیال کی تصدیق فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ "کچھ شک نہیں جس زمانہ میں یہ واقعات کثرت سے ہوں اور خارق عادت طور پر انکی کثرت پائی جائے تو کوئی مرد خدا دنیا میں خدا تعالے

کی طرف سے صلاح خلق اللہ کے لئے آتا ہے کبھی یہ واقعات ارہاص کے طور پر اسکے وجود سے چند سال پہلے ظہور میں آجاتے ہیں اور کبھی عین ظہور کے وقت جلوہ نما ہوتے ہیں اور کبھی اسکی کسی اعلیٰ فتحیابی کے وقت یہ خوشی کی روشنی آسمان پر ہوتی ہے"۔

مجھے یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ مذکورالصدر الہام میں قرآن شریف کی آیتیں مختلف مقامات سے کس بے ترتیبی کے ساتھ ملائی گئی ہیں اسکے علاوہ قرآن شریف کی آیات وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَعْدِلَ بَیْنَکُمْ اور وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ میں تصرف کرکے بہ حذف بیان مقصود ومراد امرانی اُمِرْتُ کی ترکیب وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ کے ساتھ ایسی عجیب وغریب ہے جسکو دیکھنے کے بعد اس امر کا شبہ ہوتا ہے کہ آئینہ کمالات اسلام (جسمیں مرزا صاحب نے وجود ملائکہ اور حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات وغیرہ امور کے متعلق غالباً علمائے اہل سنت کے فتوے کے حکم سے بچنے کے لئے اپنے سابق کے عقیدہ سے رجوع کیا ہے) تمام وکمال مرزا صاحب ہی کی تصنیف ہے یا آپ کے کوئی فاضل حواری اپنی دنیاوی ضرورتوں سے مجبور ہو کر اسکی تالیف میں آپ کے شریک غالب ہیں۔ اس مضمون میں ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی کی وحی کی رمی شہب سے جو مناسبت بتلائی گئی ہے اسکی بھی اہل علم نہایت قدر کرینگے۔ اس الہام کے بعد اپنی تصدیق میں نشانوں کا اظہار جنکو مرزا صاحب نے ان نشانوں کے ساتھ ملایا ہے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت ظہور میں آئے یہ بھی ایک قابل دید تماشہ ہے جسکا نظارہ ہم بھی اسی مسرت اور لذت کے ساتھ کرتے ہیں جو مرزا صاحب کو ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء کی شب میں حاصل ہوئی تھی۔

معتقدین مرزا صاحب اس مقام پر خدا کے لئے اس حدیث شریف کو ملاحظہ فرمائیں جو بخاری میں مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے کسفت الشمس علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم مات ابراھیم فقال الناس کسفت الشمس لموت ابراھیم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشمس والقمر لا ینکسفان لموت احد ولا لحیوتہ فاذا رایتم فصلوا وادعوا اللہ یعنے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں سورج گہن اسی روز ہوا جس دن آپ کے صاحبزادے ابراہیم گزر گئے لوگوں نے کہا انکی موت سے سورج گھنا گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورج اور چاند کسی کی موت اور زندگی سے نہیں گھناتے جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

اس حدیث کو پڑھنے کے بعد جو لوگ انصاف پسند ہیں خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان وہ بالضرور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی اور صداقت کی داد دینگے اور جھوٹے نقلی کرنے والوں اور سچے لوگوں میں فرق کرنے کی جو معیار ہے اسکو بخوبی سمجھ لیں گے۔

برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے بھی جو مرزا صاحب کے مرید اور پیرو ہیں اپنی کتاب وحدۃ الوجود میں مرزا صاحب کے ایک کشف کا اسطرح ذکر فرمایا ہے مرزا صاحب نے عالم کشف میں دیکھا کہ بعض احکام قضا و قدر اپنے ہاتھ سے لکھے کہ آئندہ زمانہ میں ایسا ہوگا اور پھر اسکو دستخط کرانیکے لئے خداوند مطلق جل شانہ کے سامنے پیش کیا اسپر حق سبحانہ وتعالی نے جو ایک حاکم کی شکل میں متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبوکر

اول اس سرخی کو اس عاجز (جناب مرزا صاحب) کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی سے جو قلم کے منہ میں رہ گئی تھی کتاب پر دستخط کردی - طرفہ تر یہ کہ بعد دور ہونے حالت کشف کے اس سرخی کے چھینٹے کپڑوں پر پڑے ہوئے پائے گئے"۔

افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے اللہ جل شانہ کو اسقدر بے سلیقہ ٹھہرا دیا کہ اُس نے ضرورت سے زیادہ سرخی اپنے قلم میں لے لی اور دستخط کرنیکے لئے جسقدر سرخی درکار تھی اسکا اندازہ کرنے میں معمولی کاتبوں سے بھی ناقص رہا۔ ہمکو مرزا صاحب سے اس باب میں کوئی گلہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جبکہ انھوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کے معجزوں کی نسبت یہ لکھدیا کہ وہ کھیل کی قسم سے تھے اور ایسے قابل قدر نہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں اور جبکہ اسکے خلاف اللہ جل شانہ نے انہیں معجزوں کی قدر فرمائی اور انکے عطا کرنے پر حضرت عیسی علیہ السلام پر اپنا احسان جتائیگا تو خدا تعالی کا رتبہ بھی مرزا صاحب کے پاس عوام کا سا ہوگیا اور پھر اگر وہ ضرورت سے زیادہ سرخی اپنے قلم میں لے لے تو کون تعجب کی بات ہے۔ اگر کہا جاے کہ زاید سرخی لینے سے یہ مقصود تھا کہ جناب مرزا صاحب فیضان خدا سے محروم نہ رہیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس فیضان سے سوا اسکے کہ مرزا صاحب کا دامن داغدار ہوجاے اور کیا فائدہ متصور تھا۔ اسکے علاوہ اس کشف میں یہ صراحت نہیں ہے کہ احکام قضا و قدر خود مرزا صاحب نے اپنے علم سے لکھکر اللہ جل شانہ کے پاس براے دستخط کے لیے پیش کیے یا خدا ہی کے بتلانے پر انکو قلمبند کیا۔

الغرض جناب مرزا صاحب اور انکے مریدوں کے ان بیانوں سے ظاہر ہے
کہ مرزا صاحب پر جو وحی والہام ہوا کرتا ہے اسکو شیطان کے دخل سے کہاں تک
پاک اور منزہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ آپ کے اقوال کے نظر کرتے تو آپ کے بابت میں
ہمکو اس امر کا احتمال قوی ہے کہ کہیں آپ اللہ جل شانہ کے اس بیان کی تصدیق تو
نہیں فرمارہے ہیں جو سورۂ شعرا کی اس آیت میں ہوا ہے ھل انبئکم علی من
تنزل الشیاطین تنزل علی کل افاك اثیم یعنے شیاطین جھوٹوں اور
بدکاروں پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ اگر یہی بات ہے تو ہم مسلمانوں کو اس زمانہ میں آنحضرت
علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم فرمائی ہوئی دعا کو اللھم انا نعوذ بك من فتنة
المسیح الدجال نماز کے سوا دیگر اوقات میں بھی وردزبان رکھنا چاہیے۔

قبل اسکے کہ میں برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کے رسالہ کی طرف توجہ کروں
جسمیں حیات و وفات حضرت مسیح علیہ السلام سے بحث ہے میں اس مضمون کو قرآن شریف
کی ان آیات پر ختم کرتا ہوں۔ قل انما یوحی الی انما الٰھکم الہ واحد فھل
انتم مسلمون۔ فان تولوا فقل اذنتکم علی سواء وان ادری اقریب ام
بعید ما توعدون انه یعلم الجھر من القول ویعلم ما تکتمون وان
ادری لعله فتنه لکم ومتاع الی حین۔ **ترجمہ** اے پیغمبر ان لوگوں سے
کہدو کہ میری طرف تو اسی بات کی وحی آتی ہے کہ صرف خدائے واحد ہی تمھارا
معبود ہے تو کیا تم اسکے بندۂ فرمانبردار بنتے ہو یا نہیں۔ پس اگر لوگ نہ مانیں تو ان سے

کہدو کہ میں نے تم سب کو یکساں طور پر خبر کردی ہے اور میں نہیں جانتا کہ جس عذاب کا
تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اسکا وقت قریب آگیا ہے یا ابھی دور ہے۔ اللہ ہی اُس
بات کو بھی جانتا ہے جو پکار کر کہی جاوے اور اسکو بھی جانتا ہے جو تم لوگ چھپاتے ہو
اور میں نہیں جانتا شاید خدا کو اس مہلت سے تمھاری آزمائش منظور ہو اور یہ غرض
ہو کہ ایک وقت خاص تک تم کو دنیاوی فایدے پہونچتے رہیں۔

جناب میر صاحب قرآن شریف کے اس بیان کو براے خدا اُن دعووں سے
ملائیں جو مرزا صاحب کیا کرتے ہیں پھر تو آپ پر مثل آفتاب نصف النہار روشن
ہو جائیگا کہ صادقین اور کاذبین میں کیا فرق ہوا کرتا ہے۔ میں میرے معزز دوست
کو بالآخر یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ محی السنہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کے اس قول پر عمل فرمائیں جو فتوح الغیب میں مذکور ہے اجعل الکتاب والسنۃ
امامك واعمل بهما ولا تغتر بما قیل وقال یعنے کتاب وسنت کو
اپنا امام بنائیں اور لوگوں کے قیل وقال میں نہ پڑیں والسلام علی من اتبع الھدیٰ

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ نستعین

قبل اسکے کہ حیات مسیح علیہ السلام کے اثبات میں جو آیات قرآن و احادیث پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام وارد ہیں انکو نقل کرکے یہ بتلایا جائے کہ اہل سنت کا عقیدہ انہیں آیات واحادیث کے موافق ہے اس امر کا ظاہر کرنا لازم ہے کہ جناب مرزا صاحب کن وجوہ کی بنا پر اپنے سابق کے عقیدہ کو چھوڑ کر جو کتاب وسنت کے مطابق تھا اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام مرگئے - جناب مرزا صاحب کا خیال ہے کہ حیات مسیح علیہ السلام کا مسئلہ حضرت عیسی کو خدا بنانیکے لئے عیسائی مذہب کا ایک ستون ہے اور مسلمان اس اقرار سے کہ مسیح ابتک زندہ ہیں عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک تحریری وثیقہ دیدیتے ہیں کہ مسیح اپنے خواص میں عام انسانوں کے خواص

بلکہ تمام انبیاء کے خواص سے مستثنیٰ اور نرالے ہیں چنانچہ آئینہ کمالات اسلام میں جناب مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی بیباکی اور گستاخی تو دیکھو کہ توفی کا لفظ جہاں کہیں قرآن کریم میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آتا ہے تو اسکے معنی وفات کے لیتے ہیں اور پھر جب وہی لفظ حضرت مسیح کے حق میں آتا ہے تو اسکے معنی زندہ اُٹھائے جانیکے بیان کرتے ہیں اور کوئی انمیں سے نہیں دیکھتا کہ لفظ تو ایک ہی ہے اندھے کی طرح ایک دوسرے کی بات کو مانتے جاتے ہیں۔ جس لفظ کو خدا تعالیٰ نے پچیس مرتبہ اپنی کتاب قرآن کریم میں بیان کرکے صاف طور پر کھولدیا کہ اسکے معنی روح کا قبض کرنا ہے نہ اور کچھ ابتک یہ لوگ اس لفظ کے معنی مسیح کے حق میں کچھ اور کے اور کر جاتے ہیں گویا تمام جہان کے لئے توفی کے معنی تو قبض روح ہیں مگر حضرت ابن مریم کے لئے زندہ اٹھالینا اسکے معنی ہیں اگر یہ طریقہ شرک کی تائید نہیں تو اور کیا ہے ایک طرف تو نالایق متعصب عیسائی ہمارے سید و مولی کو صاف اور کھلے طور پر گالیاں دیتے ہیں اور مسیح کو آسمان کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف یہ علماء اس نازک زمانہ میں انکو مدد دیرہے ہیں اور عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کو تسلیم کرکے اور بھی انکے دعوے کو فروغ دیرہے ہیں

افسوس ہے کہ جناب مرزا صاحب نے اس بیان کے وقت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا جسکو خود انھوں نے کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۱۹ پر نقل کیا ہے خیال نہیں رکھا اور جسکی نسبت انھوں نے یہ جملہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ قول انہیں نہایت

پیارا معلوم ہوتا ہے۔ وہ قول یہ ہے من اراد ان یکتال مملکت الباری بمکیال العقل فقد ضل ضلالا بعیدا یعنے جو شخص خدا تعالی کے ملک کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپنا چاہتا ہے تو وہ راستی اور صداقت اور سلامت روی سے بہت دور جا پڑا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات کے اعتقاد کی نسبت جناب مرزا صاحب کی تحریر میں جو اوپر نقل کیگئی ہے کسی قدر ابہام ہے جسکو صاف کر دینا ضرور ہے یعنے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کے متعلق مسلمانوں کا عقیدہ خلفاً عن سلف ہے یا یہ کہ صرف جناب مرزا صاحب کی مخالفت میں مسلمانوں نے اب یہ طریق اختیار کیا ہے اگر عقیدہ مذکور خلفاً عن سلف ہے تو اسکی بنیاد کیا ہے۔ کیا مسلمانوں نے باوجود آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کو خاتم النبیین و افضل المرسلین قبول کر لینے کے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کی محبت سے ایسا اعتقاد انکی نسبت رکھا ہے اور مرزا صاحب کے قول کے بموجب اپنے پیغمبر کو مفضول کر دیا یا اس معاملہ میں خدا کے کلام اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے احادیث و تابعین و تبع تابعین کے عقیدہ کی اتباع کی ہے۔ مرزا صاحب یہ تو ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ انکی مخالفت میں مسلمانوں نے اب یہ طریق اختیار کیا ہے کیونکہ سابق میں خود مرزا صاحب کا عقیدہ بھی جیسا کہ اس رسالہ کے حصہ اول میں بیان کیا گیا ہے اس باب میں وہی تھا جو جملہ مسلمانوں کا ہے اور جسکا ماخذ قرآن و حدیث ہے۔ البتہ مرزا صاحب سے پہلے سرسید مرحوم اور انکے ہم خیال لوگوں نے حضرت عیسی کی پیدایش کے معاملہ میں جس طرح نص قرآنی میں تاویل کی اور انکو یوسف نجار کے بیٹے بتلایا اسیطرح

انکی حیات کی نسبت بھی مسلمانوں کے عقیدہ کو غلط بیان کرکے یہ لکھا کہ حضرت عیسی علیہ السلام بعد واقعۂ صلیب اپنے دشمنوں سے پوشیدہ ہوکر دور کے دیہات میں چلے گئے اور انکا انتقال ہوگیا چنانچہ اس باب میں نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغعلی صاحب مرحوم کا ایک مستقل مضمون ہے جو تہذیب الاخلاق میں شائع ہوچکا ہے - اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے یہ سبق بھی سر سید مرحوم ہی سے سیکھا ہے لیکن اسکو ایک ایسی طرز سے بیان کرتے ہیں کہ لوگ خیال کریں کہ انہیں کی ایجاد ہے اور اسپر قرآن و حدیث سے بھی استشہاد کرتے ہیں تاکہ نادان مسلمان انکے اس دعوے کو قبول کرلیں کہ وہی مسیح موعود ہیں کیونکہ جب تک جائداد خالی نہو جناب مرزا صاحب کا اسپر تقرر کیسے ممکن قرار دیا جاسکتا ہے -

الغرض جناب مرزا صاحب نے اس نازک زمانہ کی ضرورتوں کو محسوس کرکے ایک طرف تو اسلام پر بلکہ یوں کہئے کہ خود آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر یہ احسان کیا کہ حضرت عیسی کی موت کے قائل ہوکر انکو زندہ کہنے سے جو فوقیت انکو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام پر مخالفوں کے زعم باطل کے بموجب حاصل ہوتی تھی اسکو اپنے خیال میں مٹا دیا اور دوسری طرف نہ صرف مسیح موعود بن بیٹھے بلکہ مورد وحی ہونیکا دعوی بھی کیا اور یہ لکھدیا کہ وہ نبی* اور مامور من اللہ ہیں -

* یہاں اس امر کا تذکرہ ضرور ہے کہ جناب مرزا صاحب کے اس دعوے کی تصدیق انکے حواری کس طرح کر رہے ہیں - اخبار الحکم کے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جناب مرزا صاحب کی نسبت الفاظ علیہ الصلوۃ والسلام لکھے جاتے ہیں - انکی زوجہ کو ام المومنین کا لقب دیا گیا ہے اور قادیان کی مسجد کو مسجد اقصی کہا جاتا ہے

گو مرزا صاحب اپنے پہلے قول یعنے وفات مسیح کے اثبات میں قرآن شریف اور احادیث میں تاویلات کرکے عوام الناس کو دھوکہ دیں انکا دوسرا قول یعنے دعوے وحی و نبوت تو ایسا کذب صریح ہے کہ جاہل سے جاہل مسلمان بھی انکے دام تزویر میں نہیں آسکتا کیونکہ وہ خدا تعالی کے اس بیان کے خلاف ہے کہ محمد رسول اللہ ہیں اور خاتم النبیین۔ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث شریف ہے کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم جس سے ساری امت نے یہ استنباط کیا ہے کہ صحابہ کے درجہ کو تابعین نہیں پہونچ سکتے اور تابعین کا درجہ تبع تابعین سے بڑھا ہے۔ تو یہ بھی معلوم ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اور علی الخصوص انہیں سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد ہزار ہا مہمات دنیا و دیں پیش آئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بعض مسلمانوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور آپ نے یہ فتوی دیا کہ جو شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کریگا اس سے ضرور جہاد کیا جائیگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالآخر صدیق اکبر کے دلایل سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ افسوس ہے کہ جناب مرزا صاحب نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدا تعالی کے اس حکم کی تعمیل میں ان اللہ وملایکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما باتفاق امت یہ الفاظ صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص کئے گئے ہیں اور آثار سلف میں کہیں اسکا پتہ نہیں کہ غیر انبیاء کی نسبت ان الفاظ کا استعمال ہوا ہو لیکن جبکہ مرزا صاحب نے اس آیت کا خیال نہیں رکھا ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور خدا و رسول کے علی الرغم نبی ہونے کا دعوی کیا تو اُن سے یہ امید کیونکر ہو سکتی ہے کہ وہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ادب کرکے اپنے حواریوں کی ان خرافات کو بطیب خاطر گوارا نہیں کرینگے۔

اتفاق فرمالیا۔ اسی طرح مشاجرات صحابہ میں ہر ایک فریق کے طرفداروں کو یہ فیصل کرنیمیں دشواری ہوتی رہی کہ کسکا اجتہاد قرین صواب ہے۔ جو شخص ان امور کے متعلق احادیث و آثار کو دیکھے گا تو اسکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ کسی نے بھی کسی وقت یہانتک حضرت فاروق اعظم اور حضرت علی جیسے جلیل القدر صحابہ نے بھی کسی معاملہ میں یہ دعوے نہیں کیا کہ ان پر وحی ہوتی ہے حالانکہ حضرت فاروق اعظم کی شان میں صاحب وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی نے یہ فرمایا تھا لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یك احد فی امتی فانہ عمر (متفق علیہ) اور یہ بھی فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی) اور حضرت علی کی نسبت یہ ارشاد ہوا انت منی بمنزلۃ ھرون من موسی الا انہ لا نبی بعدی (متفق علیہ) انکے بعد جو ائمہ ہدیٰ ہوے انھوں نے بھی یہی قرآن و حدیث میں غور و فکر کر کے مسائل کا استنباط کیا اور کسی وقت انکی پاک زبانوں سے یہ کلمہ نہیں نکلا کہ انپر وحی ہوتی ہے یا الہام ہوتا ہے پس جو حضرات اس قسم کا جھوٹا دعوی کریں انکی نسبت سوا اسکے اور کیا کہا جاسکتا ہے کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

حیات حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت اہل سنت کا جو عقیدہ ہے اسکے ماخذ یعنے قرآن و حدیث کی طرف رجوع ہونے سے پہلے مجھے برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کے رسالہ کی ابتدا جن غیر متعلق دلایل سے کیگئی ہے اور جن کے بیان میں کتاب کا کوئی ایک ثلث حصہ صرف کر دیا گیا ہے انکا جواب دینا ضرور ہے۔ اسکے بعد میں قرآن شریف کی

اُن آیات کو نقل کرونگا جن سے حیات حضرت مسیح علیہ السلام ثابت ہوتی ہے اور پھر انکی تفسیر احادیث اور ائمہ سلف کے اقوال سے کیجائیگی اور اسی کے ضمن میں برادر صاحب موصوف کے دیگر استدلالات سے بھی بحث کرکے انکا جواب دیا جائیگا۔

رسالہ مذکور کی ابتدا اس بیان سے ہوئی ہے کہ ہر ایک بنی آدم کی نسبت جسمیں جملہ انبیا بھی شامل ہیں اللہ جل شانہ کا قانون قدرت یہ بتلاتا ہے کہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین۔ اس آیت کی تحت میں مختلف تفاسیر کی عبارتیں نقل کیگئی ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں ان آیات سے بھی استدلال کیا گیا ہے (۱) فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون (۲) وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افان مت فهم الخالدون (۳) وما جعلناهم جسدا لا یاکلون الطعام وما کانوا خالدین (۴) وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل اور انکے متعلق بھی بہت سی تفسیروں کی عبارتیں بلاضرورت نقل کیگئی ہیں آخر آیت یعنے وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل سے بحث کرتے ہوے مصنف رسالہ نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے اثبات میں جب اس آیت کو پیش کیا اور جمیع صحابہ نے اسکو تسلیم کرلیا تو گویا حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر بھی اسی وقت صحابہ کا اجماع ہو چکا۔ اس دعوے کی سفاہت محتاج بیان نہیں۔ مجھے اس مقام پر یہ ظاہر کردینا ضرور ہے کہ برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ مکتوبہ کے صفحہ ۴۷ پر مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ انکے

پیش کردہ دلایل کو تقلید چھوڑ کر تحقیق کی نظر سے دیکھوں۔ افسوس ہے کہ برادر صاحب موصوف تو مرزا صاحب کی تقلید یہاں تک کریں کہ انہیں کے اقوال مختلف مقامات سے اپنے رسالہ میں نقل کردیں اور حضرت عیسی علیہ السلام کی موت کی نسبت صحابہ کے اجماع کا جو بے بنیاد دعوی انھوں نے کیا تھا اسکو بھی بلاغور و تامل پیش کرنے میں دریغ نہ کریں اور پھر مجھکو یقولون مالا یفعلون کے مصداق ہو کر تقلید چھوڑنے کی نصیحت فرمائیں العجب ثم العجب۔

الغرض ان آیات کے متعلق تو مجھے یہ کہدینا کافی ہے کہ ان سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ کو کوئی تعلق نہیں۔ اگر یہ کہا جاے کہ حضرت مسیح بھی انسان تھے اور جبکہ جملہ افراد بنی آدم کے لئے یہ قاعدہ مقرر کردیا گیا ہے کہ ایک میعاد معلوم کے بعد مرجائیں تو حضرت مسیح بھی اس سے کیونکر مستثنے ہو سکتے ہیں۔

اسکا جواب تو یہی ہے کہ جس طرح حضرت مسیح کی پیدائش اس کلیہ کے خلاف ہوئی یاایھا الناس ان خلقنٰکم من ذکر و اُنثیٰ اسی طرح انکی موت بھی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ کہا جاے کہ خلقت کے معاملہ میں حضرت عیسی کی مثال حضرت آدم سے دیگئی ہے اور جبکہ حضرت آدم کی پیدائش بغیر ما اور بغیر باپ کے ہوئی تو حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش بے باپ کے ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تو جو لوگ اس معاملہ میں تاویلات کرتے ہیں اور حضرت عیسی علیہ السلام کو یوسف نجار کا بیٹا بتلاتے ہیں وہ یہی کہینگے کہ اللہ جل شانہٗ نے جبکہ انسان کی خلقت آدم و حوا سے شروع کی اور سلسلۂ اسباب کو قایم فرماکر اپنے

قانون قدرت کا یہی اقتضا بتلا دیا کہ مرد اور عورت کے ہم بستر ہونے سے توالد و تناسل ہو تو ایک حضرت عیسیٰ کے حق میں بغیر کسی اور نظیر کے اس قاعدۂ کلیہ کا ٹوٹ جانا کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اسکا جو جواب مرزا صاحب کی طرف سے ہوگا وہی جواب ہمارا حضرت عیسیٰ کی حیات کے متعلق ہے اور جبکہ زمین پر آنے سے پہلے حضرت آدم کا جنت میں اسی جسم کے ساتھ کھاتے پیتے رہنا قرآن میں مذکور ہے تو جو لوگ اسپر ایمان رکھتے ہیں انکے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ رہنا کیونکر محال ہو سکتا ہے۔

حقیقۃ الامر یہ ہے کہ یہود نے عداوت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق انکی والدہ پر تہمت لگائی اور بالآخر حضرت عیسیٰ کے قتل کے درپے ہو کر انکو اپنے زعم میں صلیب پر قتل کر ڈالا اور یہ ہر دو حکایتیں انہیں نسلاً بعد نسلٍ چلی آئیں عیسائیوں نے ان ہر دو امور کو اپنے پیغمبر کی محبت میں ایک دوسرا رنگ دیا اور کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے تھے جو بے باپ کے پیدا ہوئے اور صلیب پر انکی موت کفارۂ ذنوب امت کے لئے ہوئی اور وہ پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ قرآن شریف کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ اہل کتاب کے اختلافات کو رفع کرنیکے لئے نازل ہوا جسکا ذکر اس آیت میں موجود ہے فھدی اللہ الذین امنوا لما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ یعنے وہ راہ حق جسمیں لوگ اختلاف کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دکھا دی چنانچہ قرآن شریف نے اپنے اس دعوے کے بموجب اور اختلافات کے ساتھ اس اختلاف کا بھی فیصلہ کر دیا اور جو بات حق تھی وہ مسلمانوں کو بتلا دی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق آپ کی والدہ پر یہود نے جو بہتان عظیم کیا تھا اسکا یہ جواب دیا کہ حضرت عیسی کی والدہ صدیقہ ہیں اور خود حضرت عیسی کی نسبت یہ فرمایا رسول اللہ وکلمتہ القٰھا الی مریم و روح منہ اور نصاریٰ کے جواب میں یہ ارشاد ہوا کہ ولا تقولوا ثلثۃ انتھوا خیرا لکم انما اللہ الہ واحد سبحانہ ان یکون لہ ولد لہ ما فی السموات و الارض وکفی باللہ وکیلا اور انکی الوہیت کی تردید کر دی۔

اب رہا انکی موت کا معاملہ اسمیں بھی قرآن شریف کا فیصلہ یہی ہے کہ ہر دو فریق یعنے یہود و نصاری کا جس طرح مسیح علیہ السلام کی پیدائش کی نسبت غلط خیال ہے اسی طرح انکی موت کے بارے میں بھی ہر دو بر سر غلط ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ حضرت عیسی نہ مصلوب ہوے اور نہ مقتول بلکہ خدا نے انکو اٹھا لیا۔ پس اس بیان پر جسطرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت مسیح کلمۃ اللہ اور اللہ کی روح ہونے سے خدا ہیں اسی طرح یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ انکے آسمان پر اٹھا لئے جانے میں انکی الوہیت کا ثبوت ہے کیونکہ انکی خلقت اور انکا رفع ہر دو خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں اور جبکہ فاعل خدا ہے تو حضرت عیسی علیہ السلام خدا کیونکر ہو سکتے ہیں چنانچہ اب ہم سورۂ نساء کی اُس کامل آیت کو لکھتے ہیں جسمیں یہود کا قول نقل کر کے اس معاملہ کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔

وقولھم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ صلعم وما قتلوہ وما

ولکن شبه لهم وان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزا حکیما وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا۔ اس آیت کا ترجمہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الرحمٰن میں اسطرح فرمایا ہے۔

"وبسبب گفتن ایشاں کہ ما کشتیم مسیح پسر مریم را کہ فی الواقع پیغامبر خدا بود و نکشتہ اند اورا و نہ بردار کردہ اند اورا ولیکن مشتبہ شد بر ایشاں و ہر آئینہ کسانیکہ اختلاف کردند درباب عیسیٰ در شک اند از حال او نیست ایشاں را بہ آں یقینے لیکن پیروی ظن میکنند و بہ یقیں نہ کشتہ اند اورا بلکہ برداشت اورا خدا یتعالیٰ بسوئے خود و ہست خدا غالب و استوار کار و نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ بر ایشاں۔"

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور مولانا شاہ رفیع الدین صاحب کے اردو ترجمے بھی اسی کے بموجب ہیں۔

اسی آیت کو جو قطعی الدلالہ ہے مدنظر رکھکر شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیہ یٰعیسیٰ انی متوفیك و رافعك الی کا یہ ترجمہ فرمایا ہے "اے عیسیٰ ہر آئینہ من بر گیرندۂ توام و بردارندۂ توام بسوئے خود" موضح القرآن میں شاہ عبدالقادر صاحب کے الفاظ یہ ہیں "اے عیسیٰ میں تجھکو بھر لونگا اور اٹھالونگا اپنی طرف"۔ شاہ رفیع الدین صاحب

نے اسکا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے " اے عیسیٰ تحقیق میں لینے والا ہوں تجھکو اور اٹھانیوالا ہوں تجھکو طرف اپنے "

فتح الرحمن اور موضح القرآن میں ان آیتوں پر جو فائدے لکھے گئے ہیں انمیں بھی یہی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اسکو مارینگے اور یہود و نصاریٰ سب اُن پر ایمان لائینگے کہ یہ مرے نتھے۔

سورۂ زخرف میں آیہ ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه یصدون جہاں وارد ہے اسمیں اللہ جلشانہ نے اس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے جسمیں مشرکوں نے قرآن کی اس آیت پر اعتراض کیا تھا انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم یعنے تم اور خدا کے سوا جن چیزوں کو پوجتے ہو وہ سب دوزخ کا ایندھن ہونگے اور یہ کہا تھا کہ اس سے تو فرشتوں اور اُن پیغمبروں کا جنکو لوگ پوجتے ہیں اور از انجملہ عیسیٰ کا دوزخی ہونا لازم آیا۔ سورۂ زخرف کی آیۂ مذکور میں اللہ جل شانہ نے اسکی تردید فرمائی ہے اور مشرکوں کے اس اعتراض کو انکی کٹ حجتیوں میں شمار فرمایا ہے کیونکہ لفظ ما ذوی العقول کے لئے نہیں بولا جاتا یعنے اس آیت میں انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم صرف بت مراد ہیں رہے عیسیٰ انکی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ وہ خدا کے بندے ہیں جنکو مثل اور پیغمبروں کے خدا نے نبوت دی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ وانه لعلم للساعة یعنے عیسیٰ قیامت کی ایک دلیل ہیں۔ اسکا ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح فرمایا ہے۔ وہر آئینہ عیسیٰ نشانہ است قیامت را۔

فتح الرحمن اور موضح القرآن کے ان بیانات سے ظاہر ہے کہ جناب مرزا صاحب نے
آئینہ کمالات اسلام میں مسلمانوں پر یہ جو الزام لگایا ہے کہ لفظ **توفی** کے معنی تمام جہان
کے لئے قبض روح کرتے ہیں اور مسیح کے حق میں زندہ اٹھائے جانیکے بیان کرتے ہیں اور
اندھے کی طرح ایک دوسرے کی بات کو مانتے جاتے ہیں یہ الزام نہ صرف اسوقت کے
مسلمانوں پر ہے بلکہ نزول قرآن کے زمانہ سے آج تک جتنے مسلمان ہوے وہ سب کے
سب مرزا صاحب کے پاس اندھے جاہل اور عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کو تائید
دینے والے تھے۔ ناظرین غور کریں کہ جس وقت مرزا صاحب کا وجود تک نہ تھا چہ جائیکہ
انکے دعوے کا ذکر جبکہ شاہ ولی اللہ صاحب جیسے محدث و محقق نے جنکی کفش برداری کا
رتبہ بھی مرزا صاحب کو علمی دنیا میں حاصل نہیں ہے اعتقاد سلف کے بموجب یہ کہا
کہ حضرت مسیح زندہ ہیں اور قیامت کے قریب نازل ہونگے تو اسکی کوئی وجہ بھی ہوگی
یا صرف اندھی تقلید۔ کیا شاہ صاحب نے لفظ **توفے** کو قرآن مجید میں پچیس مرتبہ
قبض روح کے معنی میں استعمال کئے جاتے نہیں دیکھا اور پھر بھی باوجود اپنے مشہور
آفاق علم و تحقیق کے حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت ایسی غلطی کی۔ لفظ **توفی** کے
متعلق بحث اور **رفع** سے رفع روح مقصود ہونے کی نسبت برادرم مولوی صفدر حسین صاحب
نے اپنے رسالہ میں مرزا صاحب کی مختلف تصانیف سے جو کچھ نقل کیا ہے اسکا جواب
دینا فضول اور باعث تضیع اوقات ہے کیونکہ ان باتوں کے جوابات دیے جاچکے ہیں
اور اگر کوئی شخص انکو دیکھنا چاہے تو وہ اشاعت السنہ کے پرچے اور مولوی محمد بشیر صاحب

سہسوانی کی کتاب "الحق الصریح فی حیوٰۃ المسیح" کو ملاحظہ کرے۔ ان رسالوں میں تحقیق کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا گیا ہے بلکہ انکے ملاحظہ سے مرزا صاحب کا وقت بحث فرار ہو جانا اور انکی ضد اور ہٹ دھرمی کی کیفیت کما ینبغی معلوم ہو جائیگی۔ ان رسالوں میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ امر بیان کر دیا گیا ہے کہ توفی کے حقیقی معنی اخذ الشئ وافیا ہے اور منجملہ اور انواع کے موت اسکی ایک نوع ہے اور جب تک قرینہ نہ ہو نوع کی تخصیص نہیں ہو سکتی چنانچہ اسکی تائید میں قرآن شریف کی آیات اللہ یتوفی الانفس حین موتھا اور حتی یتوفھن الموت وغیرہا پیش کیگئی ہیں۔ نیز مرزا صاحب کے اس دعوے کا کہ فعل توفی کا فاعل خدا تعالی ہو اور مفعول ومتعلق کوئی ذی روح ہو تو اس حالت میں بجز قبض روح کے اور کسی معنی میں اس لفظ کا استعمال نہیں ہوا ہے یہ جواب دیدیا گیا ہے کہ جبکہ خدا تعالی حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی اور ذی روح کو زندہ جسم سے آسمان پر اٹھا لیتا اور پھر اسکی حکایت اپنے کلام میں فرماتا تو ممکن تھا کہ اسکے حق میں بھی لفظ توفی بمعنی قبض جسم بلا قبض روح کہا جاتا اور اسکا ذکر خدا اور رسول کے کلام میں کہیں آتا پس اہل اسلام کے اس عقیدۂ اتفاقیہ کے ساتھ کہ حضرت مسیح کے سوا اور کوئی شخص زندہ آسمان پر اٹھایا نہیں گیا جایز وممکن نہیں ہے کہ یہ لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے سوا کسی اور ذی روح کے حق میں بمعنی قبض جسم بلا قبض روح استعمال کیا جائے اور اسکا ذکر خدا ورسول کے کلام میں آئے۔ انہیں رسالوں میں یہ بحث موجود ہے کہ جبکہ آیہ **وما قتلوہ وما صلبوہ**

کا اطلاق روح مع الجسد پر ہوا ہے تو بل رفعہ اللہ الیہ میں جو ضمیر ہے اس سے صرف روح مراد لینی بالکل غلط اور صرف النص عن الظاہر ہے جو بغیر صارف قطعی کے جایز نہیں اور صارف قطعی اس مقام میں موجود نہیں ہے۔

الغرض اب ہمکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا شاہ عبد القادر صاحب نے اس زمانہ میں جبکہ مرزا صاحب کا وجود بھی نہیں تھا جو ترجمہ اور تفسیر ان آیات کی کی ہے کیا وہ بلا تحقیق اور محض عامہ مفسرین کی تقلید میں کی ہے یا ان بزرگوں کا علم اور انکی صیانتہ فی الدین نے انکو اس امر پہ مجبور کیا کہ فی الحقیقت اسلام کی جو تعلیم تھی اسی کو بیان کریں۔ باقی رہا بعض مفسرین کا مختلف اقوال کو نقل کر دینا اور ضمایر کے مرجع کے قرار دادمیں بحث کرنی یہ امور اس اتفاقی مسئلہ میں کسی طرح خلل انداز نہیں ہو سکتے خصوصاً جبکہ تفسیروں میں اس بات کا التزام نہیں ہے کہ صحیح اور مختار اقوال کو ہی بیان کریں بلکہ انمیں تو موضوع اور ضعیف روایات بھی بلا تنقید وتحقیق نقل کر دی جاتی ہیں اور محدثین کے اصول کی مطلق پابندی نہیں کیجاتی ہے۔ اسکے علاوہ جبکہ قرآن کی آیات کی ترتیب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی تعلیم اور آپ کی قراۃ کے بموجب ہوئی ہے اور سورۂ نساء کی آیہ مذکور الصدر میں جبکہ قبل اور بعد حضرت عیسی علیہ السلام ہی کا قصہ مذکور ہے تو کسی اجنبی محض کا ذکر بلا فائدہ درمیان میں لانا خلاف بلاغت ہے اور اگر اس طریق سے صرف ضمایر جایز قرار دیدیا جائے تو ہر ایک ملحد کو قرآن میں

تحریف معنوی کرنیکی گنجایش ہو جائیگی - چنانچہ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی نے بھی اسکے متعلق تفصیلی بحث کے بعد یہ بتلا دیا ہے کہ خود مرزا صاحب نے توضیح مرام اور ازالۂ اوہام کے چند مواضع میں ضمیر موتہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرنا تسلیم کیا ہے اور اب اس سے انکو انکار ہے جسکی وجہ بیان نہیں کیجاتی ہے - ہماری رائے میں اسکی وجہ یہی ہے کہ بجز حضرت مسیح علیہ السلام کو مار ڈالنے اور دو ہزار برس کے بعد انکی قبر سری نگر میں ہونیکے متعلق ہنچنامہ مرتب کرنیکے جایداد مطلوبہ خالی نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اس سے پہلے ہمنے بیان کر دیا ہے اور چونکہ مرزا صاحب کو مسیح موعود ہونیکا دعوی ہے اس لئے ضرور ہوا کہ اپنے قدیم عقیدہ سے جو کتاب وسنت کے مطابق تھا باز آئیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کی جایداد کو خالی کر کے اسپر اپنا تقرر خود ہی کرلیں اور یہ ایسا اختیار ہے جس سے اس زمانہ آزادی میں مرزا صاحب کو کوئی روک نہیں سکتا تھا علی الخصوص جبکہ انگریزی گورنمنٹ کو اپنی رعایا کے مذہب سے سروکار نہیں ہے اور مرزا صاحب نے انگریزی حکام کو اپنی اُس " عاجزانہ درخواست " میں جو تریاق القلوب کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوئی ہے یہ بھی باور کرا دیا ہے کہ مسلمانوں کا انتظار مہدی یا مسیح موعود کے لئے انکے حق میں مضر ہے کیونکہ اس سے جہاد کی آگ جو مسلمانوں کے دلوں میں چھپی ہوئی ہے اس کے کسی وقت بھڑک اٹھنے کا اندیشہ ہے اور مرزا صاحب کی یہ کوشش ہے کہ اُس آگ کو بالکل بجھا کر چھوڑ دیں اور مسلمانوں کا ایک نیا فرقہ قایم کریں جو مرزا صاحب کی رہنمائی کے ساتھ انگریزوں کے لئے مفید اور مبارک ہوگا

انتہا ملخصاً۔* پس اس حکمت عملی سے چونکہ مرزا صاحب نے اپنی طرف سے انگریزی حکام کو اطمینان دلادیا ہے اسلئے وہ مسیح موعود یا مثیل مسیح تو ایک طرف اگر خدائی کا دعویٰ بھی کریں تو برٹش گورنمنٹ اُن سے کوئی تعرض نہیں کریگی لیکن جو مسلمان کتاب وسنت سے واقف ہیں وہ ہرگز حضرت مسیح علیہ السلام کی جائداد پر مرزا صاحب کے تقرر کو جائز نہیں ٹھہرا سکتے بلکہ مرزا صاحب کے اقوال وافعال کے نظر کرتے انکو اس جائداد کیلئے بالفرض اگر خالی بھی ہو تو نا اہل سمجھیں گے۔

اب ہمکو قبل اسکے کہ سورہ نسا کی آیہ مذکورہ کی تفسیر میں اور مفسروں کے اقوال پیش کریں اور پھر اُن احادیث کو نقل کریں جن میں اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے یہ بتلادینا ضرور ہے کہ برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اسکی کیا تفسیر کی ہے۔ رسالہ مکتوبہ کے صفحہ ۵۷ پر وان من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته کو اسکے ماقبل آیات سے علحدہ کرکے نقل کرنیکے بعد برادر صاحب موصوف نے اسکا ترجمہ اس طرح فرمایا ہے "یعنے اور کوئی اہل کتاب نہیں جو مسیح کے قتل پر اپنی موت سے

* اس مضمون کے ساتھ مرزا صاحب کی وہ شکایتیں قابل دید ہیں جو انھوں نے اپنی مختلف تصانیف کے متعدد مقامات میں کی ہیں اور جنمیں یہ لکھا ہے کہ انگریزی عملداری میں دین میں بے شمار خرابیاں پیدا ہوگئیں جنکی نظیر کسی اور زمانہ میں نہیں ملتی ہے اور عیسائی پادریوں کو دجال اور لوگوں کو گمراہ کرنیوالے بتلایا ہے اور باوجود گورنمنٹ پر اس طریق سے حملہ کرنیکے اپنی "عاجزانہ درخواست" میں یہ لکھدیا ہے کہ میں انگریزی سلطنت کو روم کی سلطنت سے بھی بہتر سمجھتا ہوں۔ یہ ہے مرزا صاحب کا دینی اخلاق اسلامی حمیت اور ہمدردی اور مسلمانوں کی بہی خواہی جسکے مشاہدہ کے بعد آپ کے مسیح موعود ہونیکے متعلق کسی اور دلیل وشہادت کی مطلق ضرورت نہیں رہی۔

پہلے ایمان نہ رکھتا ہوا اور قیامت کے دن مسیح ان پر گواہ ہوگا" اس بے نظیر ترجمہ کے بعد تفسیر ان الفاظ میں بیان کیگئی ہے " یعنی یہود مرے دم تک یہ عقیدہ رکھتے ہونگے کہ مسیح صلیب پر لعنتی موت مرا اور نصاریٰ بھی اس عقیدہ پر مرینگے کہ مسیح اپنے گناہوں کے کفارہ میں صلیبی موت مرا" اسکے بعد ارشاد ہوا ہے کہ " اس آیت میں دو ضمیریں آئی ہیں ایک به کی دوسری قبل موته میں - یہ تو ظاہر ہے کہ پیچھے برابر قتل کے واقعہ کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے تو یہاں ضمیر اول به میں واقعہ قتل کی طرف اشارہ ہے یعنے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے باوجودیکہ ہمنے صاف شہادت دیدی کہ نہ تو اہل کتاب نے مسیح کو قتل کیا اور نہ صلیبی موت سے مارا مگر پھر بھی شریر النفس اسی بات پر ایمان رکھتے چلے جائیں گے کہ مسیح مقتول ہوا یہ بات صرف موت سے پہلے تک ہے جب مر جاینگے تو پھر پتہ لگے گا کہ اصل واقعہ کیا ہے"۔

سبحان اللہ کیا عمدہ تفسیر ہے - ہم یہاں اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسالہ کا یہ حصہ خاص مصنف کا طبع زاد ہے - برادرم مولوی صفدر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ " یہ تو ظاہر ہے کہ پیچھے برابر قتل کے واقعہ کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے" میں کہتا ہوں کہ انکے اس قول سے ظاہر ہے کہ حضرت نے قرآن مجید دیکھا ہی نہیں کیونکہ اس آیت کے بعد قتل کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ آیت کی ابتدا یہود کے اس قول سے کی گئی ہے کہ انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم اور اسکی انتہا اس بیان پر ہوئی ہے " وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا" اسکے بعد یہود

کی دوسری زیادتیاں مذکور ہیں - چونکہ حیدر آباد میں واعظین اور مصنفین کی کثرت ہے
اور برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کے خاندان کو ان کاموں میں ایک خاص
امتیاز بھی حاصل ہے غالباً آپ کا یہ خیال ہوگا کہ میں بھی اپنی رائے سے تفسیر کرسکتا ہوں
لیکن یہ غلطی آپ کے ترجمہ اور تفسیر آیہ مذکور سے اہل علم پر بخوبی روشن ہوجائیگی۔
اس تفسیر میں جسکی نسبت برادر صاحب موصوف بھی الہام کا دعوی کرسکتے تھے
ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا بالکل نظر انداز کردیا گیا ہے جسکی وجہ نہیں
معلوم ہوئی - اس تفسیر کے بعد ضمیر کے مرجع کے قرارداد میں مفسرین کے جو اختلافات
بیان ہوے ہیں وہ تمام مرزا صاحب کی تصنیفات سے منقول ہیں جنکے کامل جوابات
مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی نے اپنی کتاب الحق الصریح فی حیوۃ المسیح میں دیدئے ہیں
اور یہ بتلادیا ہے کہ اس مقام میں اگر ضمیر بہ کی اور کسی کی طرف عاید کیجائے تو حضرت
عیسی علیہ السلام کے قصہ سے اسکو کوئی تعلق نہیں رہتا ہے بلکہ اجنبیت محضہ
ہوجاتی ہے حالانکہ ماقبل و مابعد میں حضرت عیسی علیہ السلام کا بیان ہے اور اجنبی کلام
کا وسط قصہ میں بغیر کسی فائدہ کے لانا نظم قرآن کو بلاغت سے گرادینا ہے۔

برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے یہ جو فرمایا ہے کہ ہر ایک کتابی حضرت
عیسی کے واقعہ کی نسبت اپنی موت تک غلطی میں رہیگا اور بعد موت اسکی حقیقت
کھل جائیگی یہ بیان مرزا صاحب کے اس بیان کے قریب قریب ہے جسمیں انہوں نے
کہا ہے کہ موتہ میں جو ضمیر ہے اوسکا مرجع کتابی ہے اور اس سے وقت زہوق روح

مراد ہے اسکی نسبت گزارش ہے کہ قرآن مجید میں الفاظ بعد موتہ یا حین موتہ یا عند موتہ نہیں ہیں بلکہ قبل موتہ ہیں پس اس تاویل کو قبول کرلیں تو قبل کی قید بے فائدہ ہوجاتی ہے ۔ اسکے علاوہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص پہ بوقت موت اسکے جملہ عقائد و اعمال کی حقیقت کھل جاتی ہے اور اسوقت کا ایمان شریعت میں مقبول نہیں ہے پس ایسی حالت میں اہل کتاب کا ایمان لانا اور وہ بھی صرف حضرت عیسی علیہ السلام کے واقعہ کی نسبت کیونکر مفید ہوسکتا ہے اور اسکے ذکر کی کیا ضرورت تھی سمجھ میں نہیں آتا ۔ ناظرین انصاف فرمائیں کہ ان آیات میں حضرت عیسی علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا مقتول ہونے سے بالکلیہ انکار کیا گیا ہے اور یہ بیان ہوا ہے کہ وہ خدا کی طرف اٹھالئے گئے اور اسپر بہ تقاضائے فطرت جو شبہ واقع ہوتا تھا اسکو دفع کرنیکے لئے اللہ جل شانہ اپنی قدرت و حکمت کا اظہار الفاظ عزیزاً حکیما سے

* اس آیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے مصلوب یا مقتول ہونیکی نفی کے ساتھ بل رفعہ اللہ الیہ کے الفاظ وکان اللہ عزیزاً حکیما غور و تدبر کے لایق ہیں کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں سے چھپکر وطن کو چھوڑ دیا تھا اور بعد دشت نوردی بسیار سری نگر میں آکر رہے جہاں انکی زبان سے بھی کوئی واقف نہیں تھا اور اپنی طبعی موت سے مرگئے تو اس زمانہ میں آپنے نہ تبلیغ رسالت کی اور نہ اعلائے کلمۃ اللہ کے کام کو انجام دیا اور یہود کا جو مقصود قتل کرنے سے تھا وہ حاصل ہوگیا چونکہ یہ امر انبیاء اللہ کی فطرت کے خلاف ہے کہ وہ اپنے فرض منصبی سے اپنی زندگی میں باز آجائیں اس لئے ایسا گمان حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت ہرگز ہو نہیں سکتا ۔ علاوہ اسکے اگر تسلیم کرلیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام اپنی طبعی موت سے ایسی حالت ہی میں مرگئے تو اللہ جل شانہ کا یہ فرمانا درست ہوتا بل اماتہ اللہ نہ کہ بل رفعہ اللہ الیہ اور پھر اسکے بعد وکان اللہ عزیزاً حکیما کے الفاظ بالکل بے معنی ہوجاتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایسی کس مپرسی کی حالت میں رکھکر انکو طبعی موت دینے میں خدا کے غلبہ و استواری کی کوئی دلیل نظر نہیں آتی ہے ۔

فرماتا ہے اور اسکے بعد یہ ارشاد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے یہود و نصاریٰ ہر دو اس بات پر ایمان لائینگے کہ وہ مرے نہ تھے اور خود اپنی کتاب عزیز میں ایک اور جگہہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی تبلاتا ہے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آیات کی تفسیر میں قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دیتے ہیں جو جملہ عقاید کی کتابوں میں درج کردیگئی ہے۔ لیکن اسکے خلاف برادرم مولوی صفدر حسین صاحب مرزا صاحب کو مسیح موعود تسلیم کرنیکے لئے اس آیت کی یہ تفسیر فرماتے ہیں کہ ہر ایک کتابی پر حضرت عیسیٰ کے واقعہ کی حقیقت اسکی موت کے **بعد** کھل جائیگی کہ حضرت عیسیٰ اپنی موت سے مرچکے تھے مقتول یا مصلوب نہیں ہوے اور قرآن میں جو لفظ **قبل** وارد ہے اسمیں تحریف کرنے سے خوف نہیں فرماتے۔

مرزا صاحب کا اس مقام پر ایک اور اعتراض ہے جسکو برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے بھی نقل کیا ہے وہ یہ کہ قرآن مجید جبکہ خبر دیتا ہے فاغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنے یہود و نصاریٰ میں قیامت تک بغض و عداوت رہیگی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہر دو فرقے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوتے ہی ان پر ایمان لائیں اور آپس میں اتفاق ہوجاوے۔ اسکا جواب فتح الرحمن اور موضح القرآن سے جو فائدہ اوپر نقل کیا گیا ہے اسمیں موجود ہے یعنی انکا ایمان یہی ہوگا کہ حضرت عیسیٰ مرے نہ تھے۔ اس آیت میں یہ کہاں مذکور ہے کہ سارے یہود و نصاریٰ کے جو اسوقت روے زمین پر ہوں جملہ اختلافات دور ہوجائینگے اور انکا بغض مبدل بدوستی و محبت

ہوجائیگا اور ہر ایک شخص انہیں کا مسلمان ہوجائیگا۔

باقی رہا مفسرین کا علی العموم ایسے قصوں کو اپنی تفسیروں میں جگہ دینا اسکا اثر اسلام اور قرآن پر نہیں ڈالا جاسکتا ہے اور یہ وہی جواب ہے جو خود مرزا صاحب نے فرقۂ آریہ سماج اور عیسائیوں کے مقابلہ میں دیا ہے کیونکہ یہ لوگ بھی اس قسم کی روایات کو پیش کرکے اسلام پر الزام لگایا کرتے ہیں۔ ہمنے پہلے بھی تصریح کردی ہے کہ تفسیروں میں اس امر کا التزام نہیں ہے کہ محدثین کے اصول کے موجب صحیح روایات ہی بیان کیجائیں بلکہ یہ لوگ صرف ذخیرہ معلومات کو جمع کردینے کی غرض سے رطب و یابس سب کچھ لکھدیا کرتے ہیں چنانچہ اب ہم نظیراً اسی حدیث کو پیش کرتے ہیں جسکو برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۶۲ پر تفسیر ابن کثیر کی جلد دوم کے حوالہ سے بلانشان دہی مقام نقل کیا ہے اور جسکی تلاش میں ہمارا بہت سا وقت ضائع ہوا۔ ہم اس باب میں برادر صاحب موصوف کو معذور سمجھتے ہیں اسلئے کہ انھوں نے کسی اور کتاب سے اس حوالہ کو نقل کردیا ہے ورنہ اگر وہ خود ابن کثیر ملاحظہ فرماے ہوتے تو ضرور اُس آیت کا پتہ دیتے جس کے تحت یہ حدیث بیان کیگئی ہے بلکہ جن الفاظ میں یہ حدیث تفسیر ابن کثیر میں بیان ہوئی ہے اسکو دیکھتے اور راویوں میں غور کرتے تو اسکو سرے سے نقل ہی نہیں کرتے۔

حدیث منقول یہ ہے لو کان موسی و عیسی حیین لما وسعھما الا اتباعی یعنی اگر موسی و عیسی زندہ ہوتے تو انکو بجز اسکے چارہ نہ ہوتا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی اتباع کریں۔ اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ نہیں ہیں حالانکہ خود ابن کثیر نے آیہ یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ وقال الاکثرون المراد بالوفاۃ ھٰھنا النوم کما قال تعالیٰ ھو الذی یتوفٰکم باللیل الآیہ وقال اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا الآیہ اور اسی مقام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر اس آیت سے استدلال کیا ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم اور یہ بیان کیا ہے کہ وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ میں جو ضمائر ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف عاید ہوتی ہیں اور اسکی یہ تفسیر کی ہے ای وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بعیسیٰ وذلک حین ینزل الی الارض قبل یوم القیامۃ۔ اسی سلسلہ میں یہ حدیث بھی نقل کی ہے قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ یعنی حسن نے کہا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہود سے فرمایا کہ عیسیٰ مرے نہیں اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف رجوع کرینگے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۳ فتح البیان مطبوعہ مصر جسکے حاشیہ پر تفسیر ابن کثیر طبع ہوئی ہے۔ یہی ابن کثیر نے صفحہ ۲۴۶ ج ۲ پر واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ کے تحت اس حدیث کو اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے واللہ لو کان موسیٰ حیا بین اظھرکم ما حل لہ الا ان یتبعنی۔ یعنے قسم خدا کی اگر موسیٰ تمہارے درمیان زندہ

ہوتے تو انکے لئے سوا میری اتباع کے چارہ نہ ہوتا - اسکے بعد لکھا ہے وفی بعض الاحادیث
لوکان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی یعنی بعض احادیث میں یہ ہے
کہ اگر موسیٰ وعیسیٰ زندہ ہوتے تو انکو میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا - اس دوسری حدیث
کی کوئی سند نہیں بیان کیگئی ہے - پس ابن کثیر کا اپنی تفسیر میں بلا ذکر سند مثل دوسرے
اقوال کے یہ کہدینا وفی بعض الاحادیث ہرگز حجت نہیں ہوسکتا خاصۃً ایسی حالت
میں جبکہ خود انھوں نے اسکے خلاف سند کے ساتھ اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ حضرت
مسیح علیہ السلام مرے نہیں اور قیامت کے قبل رجوع فرمائیں گے - اور اس حدیث کا
بھی مع اسناد ذکر کردیا ہے جسمیں صرف حضرت موسیٰ کا نام ہے -

اب ہم عامہ ناظرین کی تشفی کے لئے اس مقدمہ کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان
کرتے ہیں تا کہ انکے دلوں میں اس حدیث کے مضمون سے جو قرآن شریف اور دیگر
احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہے اور جو کسی حدیث کی کتاب میں سند کے ساتھ
مذکور نہیں ہے حیات مسیح علیہ السلام کی نسبت کوئی شبہ واقع نہ ہو - اس حدیث میں
حضرت موسیٰ کے نام کے ساتھ حضرت عیسیٰ کا نام جو شامل ہوگیا ہے اسکی کوئی اصلیت
نہیں معلوم ہوتی ہے - البتہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ یہ روایت
امام احمد اور بیہقی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کی ہے جسمیں یہ بیان ہے کہ حضرت عمر
رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا
کہ ہمکو یہود کی بعض حدیثیں اچھی معلوم ہوتی ہیں اگر اجازت ہو تو انکو لکھ لیں گے -

آپ نے اسپر ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی اسی طرح حیران ہو جیسا کہ یہود حیران ہیں میں تو
تمھاری طرف ایک روشن اور صاف شریعت لیکر آیا ہوں اور پھر فرمایا ولو کان
موسی حیا ما وسعہ الا اتباعی دوسری روایت سنن دارمی کی ہے اور وہ بھی
جابر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ اسمیں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قصہ ہی مذکور ہے یعنے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ توریت کا ایک نسخہ لاکر آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے
روبرو پڑھنے لگے تو حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے چہرۂ مبارک پر غصہ کے آثار ظاہر
ہوے اور جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کو متنبہ کیا تو آپ نے فوراً
ان الفاظ میں توبہ کی اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسولہ رضینا باللہ
ربًا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا۔ اسوقت آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے
فرمایا ولو کان موسی حیا وادرك نبوتی لاتبعنی ان احادیث سے ظاہر ہے
کہ توریت تو ایک طرف اگر خود موسی علیہ السلام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے
زمانۂ نبوت میں ہوتے تو آپ ہی کی پیروی کرتے۔ اس سے برادرم مولوی صفدر حسین صاحب
کا وہ اعتراض بھی باطل ہوگیا جو انھوں نے مرزا صاحب کی تقلید میں کیا ہے اور اپنے
رسالہ کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو زندہ مانکر قریب قیامت
انکے نزول کو تسلیم کرلیں تو ایک صاحب شریعت نبی کا امتی ہو جانا لازم آتا ہے جو
محال ہے اسلئے کہ جملہ انبیاء کا دین ایک ہے چنانچہ قرآن شریف کی یہ آیت اسپر دلیل ہے
شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیك وما وصینا بہ

ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ یعنے لوگو اُس نے تمھارے لئے دین کا وہی رستہ ٹھرایا ہے جس پر چلنے کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور اے پیغمبر تمھاری طرف بھی ہمنے اسی رستے کی وحی کی ہے اور اسی کا ہمنے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالنا۔ اس سے ظاہر ہے کہ جملہ انبیاء کا ایک ہی دین ہے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ خاتم الانبیاء ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بعد نزول آپ کی پیروی کرنا ہرگز موجب انکی تنقیص کا نہیں ہو سکتا

افسوس ہے کہ لوگ اپنی بات کی پرداخت میں بے اصل روایات کو پیش کرنے نہیں خوف نہیں کرتے ہیں اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان احادیث کا مطلق خیال نہیں رکھتے۔ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع۔ من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ اسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ انکا عمل اس حدیث پر نہیں ہے لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ (یعنے مومن کامل وہی ہے جو اپنی خواہش کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے تابع کردے) اور انکی حالت قرآن شریف کی اس آیت کی مصداق ہو گئی افرئیت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم۔

مثل مشہور ہے کہ غریق تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے (الغریق یتشبث بالحشیش) مرزا صاحب اور انکے حواری اسی کے بموجب اپنی تائید کے لئے ایسی روایت کو بھی پیش کرنے میں تامل نہیں کرتے ہیں جو کتب وعظ و قصص میں بلا سند مذکور ہو ان کتابوں میں

احادیث کے نقل کرنے میں مطلق احتیاط نہیں کیگئی ہے بلکہ ہزاروں موضوع اور ضعیف احادیث داخل ہوگئی ہیں چنانچہ اس عیب سے احیاءالعلوم جیسی کتاب بھی محفوظ نہیں رہی برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے بھی حدیث لوکان موسی وعیسیٰ حیین کے لیئے مدارج السالکین اور الیواقیت والجواہر کا حوالہ دیا ہے لیکن ہم علامہ ابن قیم کی کتاب ہدایتہ الحیاری سے جو یہود و نصاری کے جواب اور اسلام کی حمایت میں لکھی گئی ہے اور جسکو اگر مرزا صاحب کے حواری ملاحظہ فرمائیں تو انکے مرشد کے تمام کارناموں اور انکی تعلی کی حقیقت کھل جائیگی اس عبارت کو نقل کرتے ہیں جس میں علامئہ موصوف نے حضرت مسیح علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھا لیئے جانا اور قیامت کے قریب انکا نزول قرآن وحدیث کے موافق بیان کیا ہے۔ اس کتاب میں جو مصر میں طبع ہوئی ہے حافظ ابن قیم حنبلی نے جنکی وفات ۷۵۱ھ ہجری میں ہوئی عیسائیوں سے خطاب کرکے لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کا ثبوت فی الحقیقت اسلام نے دیا ہے کیونکہ یہودیوں نے تو معاذاللہ آپ کی والدہ پر تہمت کی اور اپنے زعم میں خود حضرت مسیح کو مصلوب کرکے قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں نے اسکے جواب میں بعوض اسکے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کو اس اتہام سے بری کریں اور مسیح کو رسول اللہ ثابت کریں انکو خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا اور انکے قتل کی نسبت کہا کہ کفارۂ ذنوب امت کے لئے ہوا جس سے انکے والدہ کی پاکی اور انکی نبوت اور بھی زیادہ مشتبہ ہوگئی کیونکہ اس بات کو نہ عقل قبول کرسکتی تھی اور نہ فطرت اسکی مقتضی ہوسکتی تھی چنانچہ

علامۂ موصوف نے اس پر دلایل و براہین قاطعہ پیش کئے ہیں۔ اسکے بعد آپ تحریر فرماتے ہیں
کہ یہ خداوند تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر آپکے
ذریعہ سے حضرت مسیح علیہ السلام کو اُن افتراؤں سے بری کیا جو یہود نے دشمنی سے
اور نصاریٰ نے جہالت وحماقت سے آپ پر اور آپکی والدہ پر کیے تھے اور آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائی حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت کی شہادت دی
اور آپ کو عبد اللہ و رسولہ و روحہ و کلمتہ القاھا الی مریم اور
آپ کی والدہ کو صدیقہ اور اپنے زمانہ میں سیدۃ نساء العالمین بتلایا۔ آپ کے
معجزات کو تسلیم کیا اور جن لوگوں نے آپ کا انکار کیا تھا انکے لئے تخلید فی النار
کی وعید سنائی چنانچہ علامہ ابن قیم اس بیان کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام
کو اللہ جل شانہ نے نہ مصلوب ہونے دیا اور نہ مقتول بل رفعہ الیہ مویداً منصوراً
لم یشکہ اعداؤہ بشوکۃ ولا نالتہ ایدیہم باذی فرفعہ الیہ واسکنہ
سماءہ وسیعیدہ الی الارض ینتقم بہ من مسیح الضلال واتباعہ ثم یکسر
بہ الصلیب ویقتل بہ الخنزیر ویعلی بہ الاسلام وینصر بہ ملۃ اخیہ
واولی الناس بہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام علامہ کے اس بیان کی تصدیق احادیث
صحیحہ سے حرفاً حرفاً ہوتی ہے جسکی کیفیت انشاء اللہ عنقریب معلوم ہوگی۔ اس مقام
صرف اسقدر بتلادینا کافی ہے کہ علامہ ابن قیم نے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ
کی یہ تفسیر کی ہے کہ قتل تو کجا حضرت مسیح علیہ السلام کے اعدا کو اس امر پر بھی دسترس نہیں ہوا

کہ آپ کو کسی قسم کی ایذا پہونچا سکیں اور اللہ تعالی نے آپ کو موید و منصور اپنی طرف اٹھالیا۔ اور وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ وسیعیدہ الی الارض یعنے اللہ جلشانہ پھر حضرت مسیح کو زمین پر لوٹائیگا۔

برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۷ پر علامہ ابن قیم کی زاد المعاد سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ وما یذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلثۃ وثلثون سنۃ فھذا لا یعرف لہ انہ متصل یجب المصیر الیہ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع الی السماء تینتیس سال کی عمر میں ہونیکے متعلق جو روایت ہے وہ متصل نہیں ہے۔ برادر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہے کہ امام ابن قیم کے پاس مسیح علیہ السلام کا اس جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر جانا غیر ثابت ہے۔ سبحان اللہ اس حسن فہم پر اور کیا کہا جاسکتا ہے الا اسکے ع

بریں عقل و دانش بباید گریست۔ علامہ تو فرمائیں کہ تینتیس سال کی عمر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع کے متعلق جو روایت ہے اسکی سند متصل نہیں ہے بلکہ منقطع ہے اور برادر صاحب موصوف اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جسم سے رفع ثابت نہیں افسوس ہے کہ جن لوگوں کو اسقدر تمیز نہیں کہ حدیث متصل اور منقطع میں کیا فرق ہے وہ بھی اس زمانہ پر آشوب میں احادیث سے استدلال کیا کرتے ہیں اور دنیا میں ان سے کوئی باز پرس نہیں ہوسکتی ہے۔ اسکے بعد زاد المعاد کے ایک اور مقام سے عبارت نقل کیگئی جسمیں ارواح مقدسہ کا بعد موت ابدان سے مفارقت اختیار

کرکے آسمان پر صعود کرنا اور وہاں انکا استقرار بیان کیا گیا ہے اس ... حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ کو کوئی تعلق نہیں جیسا کہ ہمنے اس مضمون کی ابتدا میں و فیہا تحیون و فیہا تموتون و منہا تخرجون وغیرہ آیات کی نسبت تصریح کر دی ہے

برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ میں آیہ یٰعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی کے متعلق تفسیروں میں جو اختلافات مذکور ہیں انکو جہانتک اپنے مفید مطلب تھے بیان کرکے اس امر کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مر گئے ہیں حالانکہ جملہ اختلافات کا ماحصل یہی ہے کہ رفع کے پہلے آپ پر موت طاری ہوئی یا نہیں۔ بعضوں نے حکایۃً عن النصاری یہ بیان کیا ہے کہ کچھ ساعت موت طاری ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ کچھ دن تک موت طاری رہی اور پھر زندہ ہوے اور آسمان پر چلے گئے بہرحال کسی نے یہ نہیں لکھا ہے کہ مر گئے اور صرف رفع روح ہوا۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ قرآن شریف کی آیہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ اس امر پر نص قطعی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات بعد نزول ہوگی اور صحیح احادیث بھی اس باب میں وارد ہیں اسلئے مفسرین کو ضرور ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں لفظ توفی کو اسکے حقیقی معنی پر رکھیں اور رفع کو رفع مع الجسد ہی سے تعبیر کریں جیسا کہ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ میں مذکور ہے چنانچہ امام رازی نے بھی اس باب میں جو کچھ اعتراض وارد ہو سکتے ہیں ان سب کو بیان کرکے یہ فیصلہ کیا ہے وقد ثبت الدلیل انہ حی وورد الخبر

عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم انہ سینزل و یقتل الدجال ثم انہ تعالیٰ یتوفاہ بعد ذالک یعنے یہ امر بہ دلیل ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہیں اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے کہ وہ عنقریب نازل ہونگے اور دجال کو قتل کرینگے اور پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ انکو وفات دیگا - ملاحظہ ہو صفحہ ۶۸۹ جلد ثانی تفسیر کبیر -

یہی امام رازی نے وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیما کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے والمراد من العزۃ کمال القدرۃ ومن الحکمۃ کمال العلم فنبہ بہذا علی ان رفع عیسی من الدنیا الی السموات وان کان کالمتعذر علی البشر لکنہ لا تعذر رفیہ بالنسبۃ الی قدرتی والی حکمتی وھو نظیر قولہ تعالی سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا فان الاسراء وان کان متعذرا بالنسبۃ الی قدرۃ محمد الا انہ سھل بالنسبۃ الی قدرۃ الحق سبحانہ یعنے عزت سے مراد کمال قدرت ہے اور حکمت سے مراد کمال علم اور اسمیں اس بات کی تنبیہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع دنیا سے سموات کی طرف گو بشر کے لئے متعذر ہو لیکن خدا کی قدرت اور حکمت کے نظر کرتے یہ متعذر نہیں ہو سکتا اور اسکی نظیر اللہ جل شانہ کے اس قول میں موجود ہے سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ یعنے عجز اور درماندگی کے عیب سے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصی (بیت المقدس) تک لے گیا۔ کیونکہ اگرچہ یہ کام آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طاقت میں نہیں تھا لیکن اللہ جل شانہٗ کی قدرت سے بالکل سہل ہوگیا۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۰۴ تفسیر کبیر جلد ثالث۔

اس مقام میں برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کی یا ان لوگوں کی جنکی کتابوں سے برادر صاحب موصوف نے تفاسیر کی عبارتوں کو نقل کیا ہے دیانت کا اظہار ضرور ہے۔ جو اعتراضات مخالفین کی طرف سے امام رازی اپنی تفسیر میں کیا کرتے ہیں وہ تو نقل کئے گئے ہیں اور انکے جوابات جو دیئے گیے ہیں انکو چھوڑ دیا ہے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں کو خیال نہیں ہوا کہ اس طریقہ سے البتہ عوام کو دہوکا ہوسکتا ہے لیکن اہل علم سے یہ عیاری کیونکر چھپ سکتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر سے ہمنے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کے متعلق عبارت پہلے ہی نقل کردی ہے۔ اسی مفسر نے حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ کی روایت سے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مقتول نہیں ہوے بلکہ وانہ باقی حی وانہ سینزل قبل یوم القیامۃ کما دلت علیہ الاحادیث المتواترہ۔ یعنے حضرت مسیح زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے نازل ہونگے اور اس باب میں احادیث متواتر وارد ہیں صفحہ ۲۳۳۔ چنانچہ ابن کثیر نے اسی سلسلہ میں جن احادیث کا ذکر کیا ہے اُن میں دجال کیلئے لفظ یخرج استعمال ہوا ہے اور یہ خبر دیگئی ہے کہ وھو خارج فیکم اور اسکے مقابلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے اذا نزل

عیسے بن مریم علیہ السلام اس سے ظاہر ہے کہ دجال تو اسی دنیا میں پیدا ہوگا اور حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے۔ جناب مرزا صاحب اور انکے حواری سلمانوں کو اب یہ بتلائیں کہ خروج کس کا ہو چکا ہے اور کس کے نزول کا انتظار باقی ہے۔ جناب مرزا صاحب لفظ نزول کی نسبت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن میں وانزلنا الحدید بھی موجود ہے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ مصطلحات قرآن و حدیث سے واقف نہیں ہیں انکو کیسے دھوکے دئیے جا رہے ہیں۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن شریف میں واوحی ربك الی النحل نہیں ہے۔ کیا یہ وحی بھی وہی ہے جسکا ذکر اس آیت میں ہے انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیّن۔ ہم اس مقام پر امام شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر میں شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات سے جو عبارت منقول ہے اسکو مرزا صاحب اور خاصتہً برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کے رد میں پیش کرتے ہیں کتبخانہ آصفیہ میں ٹیپ کے چھاپہ کی جو الیواقیت والجواہر ہے اسکی جلد ثانی کے صفحہ ۴۶ پر جہاں ختم نبوت کی بحث ہے یہ عبارت موجود ہے۔ وهذا باب اغلق بعد موت محمد صلی الله علیه وسلم فلا یفتح لاحد الی یوم القیامة یعنے آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام کی وفات کے بعد وحی کا دروازہ بند ہو گیا اور پھر قیامت تک کسی کے لئے کھولا نہیں جائیگا۔ اسکے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ ولو ان الوحی علی لسان جبریل علیه السلام کان باقیا بعد محمد صلی الله علیه وسلم

لكان عيسى عليه السلام اذا نزل لا يحكم بشريعة محمد صلى الله عليه وسلم وانما يحكم بشرعه الذى يوحى به اليه جبريل یعنے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اگر جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ سے وحی کے پہونچنے کا سلسلہ باقی رہتا تو حضرت عیسی علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی کے بموجب حکم نہیں کرتے بلکہ اپنی شریعت کے مطابق جسکی بذریعہ جبریل انکو وحی ہوتی حکم دیتے - پھر اسی سلسلہ میں یہ لکھا ہے وكذلك عيسى عليه السلام اذا نزل الى الارض لا يحكم فينا الا بشريعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم يعرفه الحق تعالى بها على طريق التعريف وان كان نبيا انتہٰی یعنے اسی طرح جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام زمین پر نازل ہونگے تو گو وہ بھی نبی ہیں ہمکو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے بموجب حکم دینگے جس کے احکام کو اللہ تعالی ان پر کھول دیگا -

اگر مرزا صاحب اور آپ کے حواری خصوصًا برادرم مولوی صفدر حسین صاحب قرآن وحدیث کو نہیں مانتے اور اس وعید سے نہیں ڈرتے ہیں ومن اظلم ممن ذكر بايات ربه ثم اعرض عنها انا من المجرمين منتقمون تو شیخ کے اس فیصلہ ہی کو قبول کرلیں جو ان پر حجت ہے کیونکہ برادر صاحب موصوف شیخ کے معتقد ہیں اور انکی کتاب فصوص الحکم کو ایک عربی داں مولوی صاحب سے جنکا انتقال ہوچکا ہے ترجمہ کراکے اپنے خرچ سے چھپوایا ہے - ہم تو شیخ کے اس بیان کو بسر وچشم قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا و رسول کے کلام کے بالکل مطابق ہے - شیخ کے اس کلام سے

عیسے بن مریم علیہ السلام اس سے ظاہر ہے کہ دجال تو اسی دنیا میں پیدا ہوگا اور حضرت عیسی علیہ السلام آسمان سے نازل ہونگے ۔ جناب مرزا صاحب اور انکے حواری مسلمانوں کو اب یہ بتلائیں کہ خروج کس کا ہوچکا ہے اور کس کے نزول کا انتظار باقی ہے ۔ جناب مرزا صاحب لفظ نزول کی نسبت یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن میں وانزلنا الحدید بھی موجود ہے ۔ افسوس ہے کہ جو لوگ مصطلحات قرآن و حدیث سے واقف نہیں ہیں انکو کیسے دھوکے دیئے جارہے ہیں ۔ ہم مرزا صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا قرآن شریف میں واوحی ربك الی النحل نہیں ہے ۔ کیا یہ وحی بھی وہی ہے جسکا ذکر اس آیت میں ہے انا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح والنبیّن ۔ ہم اس مقام پر امام شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر میں شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب فتوحات سے جو عبارت منقول ہے اسکو مرزا صاحب اور خاصتہً برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کے رد میں پیش کرتے ہیں کہ تیجانہ آصفیہ میں ٹیپ کے چھاپہ کی جو الیواقیت والجواہر ہے اسکی جلد ثانی کے صفحہ ۴۶ پر جہاں ختم نبوت کی بحث ہے یہ عبارت موجود ہے ۔ وھذا باب اغلق بعد موت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا یفتح لاحد الی یوم القیامۃ یعنے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد وحی کا دروازہ بند ہوگیا اور پھر قیامت تک کسی کے لئے کھولا نہیں جائیگا ۔ اسکے بعد شیخ فرماتے ہیں کہ ولوان الوحی علی لسان جبرئیل علیہ السلام کان باقیا بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لکان عیسی علیہ السلام اذا نزل لا یحکم بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانما یحکم بشرعہ الذی یوحی بہ الیہ جبریل یعنے آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد اگر جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے وحی کے پہونچنے کا سلسلہ باقی رہتا تو حضرت عیسی علیہ السلام بعد نزول شریعت محمدی کے بموجب حکم نہیں کرتے بلکہ اپنی شریعت کے مطابق جسکی بذریعہ جبریل انکو وحی ہوتی حکم دیتے۔ پھر اسی سلسلہ میں یہ لکھا ہے وکذلک عیسی علیہ السلام اذا نزل الی الارض لا یحکم فینا الا بشریعۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعرفہ الحق تعالی بہا علی طریق التعریف وان کان نبیا انتہے یعنے اسی طرح جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام زمین پر نازل ہونگے تو گو وہ بھی نبی ہیں ہمکو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شریعت کے بموجب حکم دینگے جس کے احکام کو اللہ تعالی ان پر کھول دیگا۔

اگر مرزا صاحب اور آپ کے حواری خصوصاً برادرم مولوی صفدر حسین صاحب قرآن و حدیث کو نہیں مانتے اور اس وعید سے نہیں ڈرتے ہیں ومن اظلم ممن ذکر بآیات ربہ ثم اعرض عنہا انا من المجرمین منتقمون تو شیخ کے اس فیصلہ ہی کو قبول کرلیں جو ان پر حجت ہے کیونکہ برادر صاحب موصوف شیخ کے معتقد ہیں اور انکی کتاب فصوص الحکم کو ایک عربی داں مولوی صاحب سے جنکا انتقال ہو چکا ہے ترجمہ کراکے اپنے خرچ سے چھپوایا ہے۔ ہم تو شیخ کے اس بیان کو بسر و چشم قبول کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا و رسول کے کلام کے بالکل مطابق ہے۔ شیخ کے اس کلام سے

جو امور ثابت ہیں انکو ہم اس مقام میں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اولاً حضرت جبرئیل علیہ السلام حامل وحی ہیں اور انکا ایک وجود خارجی ہے۔ ثانیاً نبوت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہوگئی اور اب بذریعۂ جبرئیل کسی پر قیامت تک وحی نہیں ہو سکتی۔ ثالثاً جس عیسی کے نزول کی خبر دیگئی ہے وہ حضرت عیسی ابن مریم ہیں جو نبی تھے اور جن پر انکے زمانہ نبوت میں بلسان جبرئیل پر وحی ہوا کرتی تھی نہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی۔ اس بیان کے ساتھ شیخ نے یہ بھی لکھا ہے کہ

ولکن بقی للاولیاء وحی الالهام الذی لاتشریع فیه انما هو بفساد حکم قال بعض الناس بصحة دلیله وغیر ذالك فیعمل به فی نفسه فقط۔

یعنے اولیاء کے لئے وحی الہام باقی ہے جسمیں کوئی تشریع نہ ہوگی یعنے احکام شریعت میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے کسی فساد کا رفع کرنا مقصود ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ ملہم الیہ کی دلیل کی صحت کے لئے یا اسی قسم کی کوئی اور غرض کیلئے یہ الہام ہو سکتا ہے اور اس سے صرف ملہم الیہ تمسک کر سکتا ہے اور اس کے غیر پر وہ حجت نہیں ہو سکتا۔

اس بیان میں شیخ نے الہام کو مستثنی کیا ہے اور لکھا ہے کہ اولیا کے لئے الہام باقی ہے۔ لیکن ہم نے بتلا دیا ہے کہ جبکہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں سے باوجود انکو ہزارہا مہمات دین پیش آنیکے کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ کسی وقت انپر الہام ہوا تو انکے بعد اگر کوئی اس قسم کا دعویٰ کرے تو وہ ہرگز مقبول نہیں ہو سکتا ہے

امر حق کا اظہار اور اسکے لئے دلائل شرعی کا پیش کرنا اور انکو دلچسپ اور موثر پیرایہ میں بیان کرنا یہ بھی شیخ کی تعریف کے بموجب الہام میں داخل ہوسکتا ہے چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسان بن ثابت کے لئے یہ دعا فرمائی تھی کہ اللھم ایدہ بروح القدس اور انکا کلام بھی پسند خاطر اقدس ہوا تھا لیکن باوجود اسکے انھوں نے الہام کا دعویٰ نہیں کیا پھر تو اور کسی کا کیا ذکر۔ الغرض جبکہ شیخ نے یہ شرط لگادی کہ کسی الہام سے شریعت کے احکام میں کمی و زیادتی نہیں ہوسکتی اور صرف ملہم الیہ اس سے اپنی دلیل کی صحت کے لئے تمسک کرسکتا ہے اور غیر پر وہ الہام حجت نہیں ہوسکتا تو ہمکو اسمیں نزاع کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ مرزا صاحب جس وحی و الہام کے مدعی ہیں اسمیں تو تشریع موجود ہے اور وہ کہتے ہیں کہ "انکو خدا سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہے امور غیبیہ اُن پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی طرح انکی وحی بھی دخل شیطان سے منزہ کی گئی ہے اور مغز شریعت اُن پر کھولا گیا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح وہ مامور ہوے ہیں اور انبیا کی طرح انپر فرض ہے کہ بآواز بلند اپنے تئیں ظاہر کریں اور ان سے انکار کرنے والا مستوجب سزا ٹھرتا ہے" چنانچہ ہم نے اس رسالہ کے حصہ اول میں مرزا صاحب کے ان دعووں کا بالاجمال ذکر انہیں کی کتابوں کے حوالہ سے کردیا ہے۔ مرزا صاحب کی پہلی تشریع تو یہی ہے کہ خلاف قرآن و حدیث حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کے قایل ہوکر لوگوں کو دعوت دیرہے ہیں کہ اُن پر ایمان لائیں اور احادیث میں مثل اور اشراط ساعت کے

جو خبر مسیح علیہ السلام کے نزول کی دیگئی ہے اسکو توریت و انجیل میں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کا جو وعدہ تھا اسکے برابر ٹھراکر نبوت کا دعوی کرتے ہیں ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

اب ہم اس باب میں اور تفاسیر کی عبارتوں کو نقل کرتے ہیں جنکے معاینہ سے برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کو معلوم ہوگا کہ انھوں نے اپنے رسالۂ مکتوبہ میں جو عبارتیں مرزا صاحب کی تصنیفات سے نقل کی ہیں انمیں کیسی تدلیس ہوئی ہے اس رسالہ میں جن کتب تفسیر حدیث قصص وسیر اور لغات کا حوالہ دیا گیا ہے انکو برادر صاحب دیکھکر اُنسے اخذ مضامین کرنا تو کجا ہمکو بخوبی معلوم ہے کہ مولف رسالہ ان کتابوں کے نام بھی نہ سنے ہونگے چنانچہ جبکہ کتبخانہ آصفیہ میں ہم طبقات امام شعرانی میں مضمون وکان یقول علی ابن ابیطالب رفع کما رفع عیسی علیہ السلام اور مدارج السالکین علامہ ابن قیم میں حدیث لوکان موسی وعیسی حیین کے لئے تلاش کرکے تھک گئے تو برادر صاحب موصوف کو رقعہ لکھا کہ ان کتابوں کو براہ مہربانی مستعار بھیجدیں اور جن مقامات سے دلائل مذکورہ نقل کیگئی ہیں انکی نشاندہی بھی فرمائیں۔ اس ہماری تحریر کا زبانی جواب یہی ملا کہ اسوقت یہ کتابیں انکے پاس نہیں ہیں اور جس مقام سے منگوائی گئی تھیں وہاں سے پھر طلب کرکے بھیجدی جائینگی قرآن مجید ناطق ہے بل الانسان علی نفسه بصیرة ولو القی معاذیره برادر صاحب خدا سے ڈریں اور اپنی سچائی اور صداقت کیلئے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام

کے ارشاد کے بموجب استفت قلبك اپنے نفس ہی سے فتویٰ لیں۔ اگر آپ نے طبقات کی
اس عبارت کو وکان یقول علی ابن ابیطالب رفع کما رفع عیسی علیہ السلام
بہ نفس نفیس ملاحظہ فرمایا ہوتا تو ہرگز اسکو اپنے دعوے پر پیش نہیں کرتے اور اس سے
یہ استدلال نہیں کرتے کہ جس طرح حضرت علی کا بعد وفات رفع ہوا اسی طرح حضرت مسیح
کا رفع بھی ہوا۔ طبقات امام شعرانی میں شیوخ کے تذکرے ہیں اور کسی شیخ کا یہ قول
نقل کیا گیا ہے علی ابن ابیطالب رفع کما رفع عیسی علیہ السلام اس سے تو
قایل نے حضرت عیسی علیہ السلام کے رفع جسمانی کے بموجب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
رفع کو بھی بتلایا ہے۔ اگر قایل یہ کہتا کہ عیسی علیہ السلام رفع کما رفع علی
ابن ابیطالب تو البتہ آپ کا استدلال صحیح ہوتا۔ الغرض ناظرین اس سے بخوبی سمجھ سکتے
ہیں کہ اہل حق کے مخالفین کی دلیلیں کیسی مستحکم ہوا کرتی ہیں۔

خیر اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر جلد سادس مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲ میں یہ روایت ہے۔ عن ابن عباس
وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی۔ یعنے
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آیہ مذکورہ میں قبل موتہ کے جو الفاظ ہیں انکی تفسیر میں فرمایا

*: اس مضمون کے لکھنے کے بعد برادر صاحب موصوف کا خط وصول ہوا کہ حدیث مذکور کو انھوں نے ایک دوسری کتاب میں دیکھا تھا۔ اس خط میں مدارج السالکین۔ طبقات امام شعرانی اور تفسیر ابن کثیر کے صفحوں کی نشانہ ہی بھی کیگئی لیکن چونکہ ہم نے روایت اور قول محولہ کے متعلق جواب دیدیا ہے اس لئے مزید تحقیقات کی ضرورت نہیں رہی۔

قبل موت عیسی۔ اسی مقام میں دوسری روایت یہ ہے۔ عن الحسن فی قولہ و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسی واللہ انہ الآن لحی عند اللہ ولکن اذا نزل امنوا بہ اجمعون یعنے حسن بصری نے آیہ مذکور کی تفسیر قبل موت عیسی کی اور کہا کہ واللہ حضرت عیسی اسوقت اللہ جلشانہ کے پاس زندہ ہیں لیکن جب وہ نازل ہونگے تو سب ان پر ایمان لائیں گے۔ اس باب میں قتادہ کی روایت بھی اسی تفسیر ابن جریر میں اس طرح منقول ہے عن قتادۃ قولہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ یقول قبل موت عیسی۔

پھر اور اقوال نقل کرنیکے بعد صفحہ ۱۸ پر ابن جریر کا یہ فیصلہ بھی موجود ہے۔ قال ابو جعفر (ابن جریر) واولی الاقوال بالصحۃ والصواب قول من قال تاویل ذلک وان من اھل الکتاب الا لیومنن بعیسے قبل موتہ یعنے صحیح اور درست تفسیر قبل موتہ کی قبل موت عیسی ہے۔

اسی ابن جریر کی جلد ثالث میں آیہ انی متوفیک و رافعک الی کے تحت لکھا ہے معنی الوفاۃ القبض کما یقال توفیت من فلان مالی علیہ بمعنی قبضتہ واستوفیتہ فمعنی قولہ انی متوفیک و رافعک الی ای قابضک من الارض حیا الی جواری واخذک الی ما عندی بغیر موت۔ اور اسپر یہ حدیث پیش کی ہے۔ قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للیھود ان عیسی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔

چونکہ اس باب میں بھی اور اقوال نقل کئے گئے ہیں جیساکہ مفسرین کا طریقہ ہے ابن جریر نے صفحہ ۲۰۴ پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ قال ابو جعفر (ابن جریر) واولی ھذہ الاقوال بالصحۃ عندنا قول من قال معنی ذلک انی قابضک من الارض ورافعک الی لتواتر الاخبار عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض مدۃ ذکرھا اختلفت الروایۃ فی مبلغھا ثم یموت فیصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ یعنے صحیح تفسیر یہی ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھکو زمین سے لے لونگا اور اپنی طرف اٹھالونگا کیونکہ اس باب میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متواتر حدیثیں ہیں جنمیں آپنے خبر دی ہے کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہونگے اور دجال کو قتل کرینگے پھر ایک مدت تک جسکی تعیین میں اختلاف ہے زمین پر زندہ رہیں گے پھر انتقال فرمائیں گے اور مسلمان آپ کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے اور آپکو دفن کریں گے۔

تفسیر جلالین میں آیہ اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک کے معنی قابضک لکھا ہے اور رافعک الی کی تفسیر من الدنیا من غیر موت کیگئی ہے۔

تفسیر درمنثور مطبوعہ مصر کے جزء ثانی کے صفحہ ۳۶ پر یہ روایتیں ہیں۔

(۱) عن الضحاک عن ابن عباس فی قولہ انی متوفیک ورافعک یعنی رافعک ثم متوفیک فی اخر الزمان۔

(۲) اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم عن مطر الوراق فی الایۃ قال متوفیک

من الدنیا ولیس بوفاۃ موت۔

(۳) اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم من وجه اٰخر عن الحسن فی الاٰیۃ قال رفعه اللہ الیه فھو عندہ فی السماء۔

تنویر المقباس تفسیر ابن عباس مطبوعہ مصر میں ہے اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی مقدم وموخر یقول انی رافعك الی ومتوفیك۔

تفسیر بیضاوی میں انی متوفیك کے تحت جہاں اور اقوال منقول ہیں یہ بھی لکھا ہے او قابضك من الارض او متوفیك نایما او روان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته کی یہ تفسیر نقل کی ہے۔ وقیل الضمیران لعیسی والمعنی انه اذا نزل من السماء اٰمن به اهل الملل جمیعا روی انه ینزل من السماء حین یخرج الدجال فیھلکه ولا یبقی احد من اهل الکتاب الا یومن به۔

تفسیر کشاف* مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۸ (ومکر اللہ) ان رفع الی السماء والقی شبهه علی من اراد اغتیاله حتی قتل + + (انی متوفیك) ممیتك فی وقتك بعد النزول من السماء ورافعك الاٰن۔

* مرزا صاحب نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۰۲ پر لکھا ہے کہ فرقہ معتزلہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا قایل ہے۔ لیکن صاحب کشاف کی یہ تفسیر اسکے خلاف ہے۔ بہر حال جبکہ مرزا صاحب کو اس امر کا اقبال ہے کہ اسلام میں فرقۂ معتزلہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا قایل ہے تو گویا کسر صلیب معتزلہ سے ہو چکی پھر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ کی وفات کے قایل ہو کر صلیب کو توڑ دیا ہے اور اسلام کو یہ فتح انکے ہاتھ پر نصیب ہوئی کیسے درست ہو سکتا ہے۔ البتہ معتزلہ میں سے کسی نے مسیح ہونیکا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اسلئے اگر مرزا صاحب مسیح کی جگہ کے مستحق ہیں تو یہ اور بات ہے۔

تفسیر شیخ محی الدین ابن عربی جزء الاول مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۴ (کتب خانہ آصفیہ)

انی متوفیك ای قابضك الی من بینہم (ورافعك الی) ای الی السماء الروح فی جواری ۔ اسکے بعد لکھا ہے انہم مکروا ببعث من یختال عیسی علیہ السلام فشبہ لہم بصورۃ حقیقۃ عیسی فظنوہا عیسی فقتلوہا وصلبوہا واللہ رفع عیسی علیہ السلام الی السماء الرابعۃ ۔

کشاف اور شیخ محی الدین ابن عربی نے اور مفسرین کے بموجب ومکروا ومکر اللہ اور فشبہ لہم کی یہی تفسیر کی ہے کہ جو شخص حضرت عیسی علیہ السلام کو گرفتار کرنیکے لئے متعین ہوا تھا اسکی صورت خدا کی قدرت سے حضرت عیسی علیہ السلام کی صورت کی سی ہوگئی اور اسی کو آپ کے اعدا نے صلیب پر چڑھا کر قتل کر ڈالا ۔ شیخ نے تو قابضك الی من بینہم یعنے میں تجھکو انکے درمیان سے اٹھالونگا فرماکر مرزا صاحب کے اس دعوے کی بیخ کنی کردی کہ حضرت عیسی علیہ السلام بعد واقعہ صلیب دشمنوں سے چھپکر سری نگر میں آٹھہرے اور ایک زمانہ دراز کی زندگی کے بعد اپنی طبعی موت سے مرے ۔ شیخ نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ واللہ رفع عیسی علیہ السلام الی السماء الرابعۃ اسی سلسلہ میں شیخ نے یہ بھی بیان کیا ہے ولم یعلموا لجہالتہم ان روح اللہ لا یمکن قتلہ ولما تیقن حالہ قبل الرفع قال لاصحابی انی ذاہب الی ابی وابیکم السماوی (صفحہ ۱۱۵)

یعنے یہود نے بسبب اپنے جہل کے اس امر کو نہ سمجھا کہ روح اللہ کا قتل کرنا ممکن نہیں ہے اور جبکہ حضرت عیسی علیہ السلام کو قبل از رفع اپنا مآل معلوم ہوگیا تو آپنے اپنے اصحاب سے

فرمایا کہ میں اپنے اور تمہارے آسمانی باپ کی طرف چلے جانے والا ہوں۔ اس کے معنی یہ نہیں ہو سکتے کہ میں چھپکر سری نگر بھاگ جاؤنگا اور وہاں ایک زمانہ زندہ رہکر طبعی موت سے مرونگا۔

پس شیخ کا یہ بیان برادرم صفدر حسین صاحب پر ہر طرح سے حجت ہے اور امید ہے کہ وہ اسکو قبول کرلیں گے بشرطیکہ انکے پاس شیخ محی الدین ابن عربی کے رتبہ سے مرزا صاحب کا رتبہ بڑھا ہوا نہ ہو۔

شیخ علی مہایمی نے اپنی تفسیر میں تحت آیہ ولکن شبہ لھم لکھا ہے فدخل طیطانوس الیھودی بیتا ھو فیہ فلم یجدہ فالقی اللہ علیہ شبہہ فلما خرج ظن انہ عیسی فاخذ وصلب وذلک من معجزات عیسی لاضلال اعدایہ۔ یعنے جس مکان میں حضرت مسیح علیہ السلام تھے اسمیں یہودی طیطانوس آپکی گرفتاری کی غرض سے داخل ہوا تو آپ وہاں نہیں تھے اور اللہ تعالی نے اسکی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کی سی کردی اور جبکہ وہ باہر نکلا تو گمان ہوا کہ وہی عیسی ہیں پھر پکڑا گیا اور صلیب پر چڑھادیا گیا اور یہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا کہ آپ کے اعدا غلطی اور دھوکے میں پڑے رہیں۔ تفسیر شیخ علی مہایمی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷۳۔

اسی مقام میں شیخ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول کو نقل کرکے جو انھوں نے اپنے حواریوں سے کہا تھا کہ ان اللہ یرفعنی یعنے اللہ مجھکو اٹھالیگا تحت آیہ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزا حکیما یہ لکھا ہے کہ الیقین انما ھو

فی انہ رفعہ اللہ الیہ لما سمع منہ ولا یبعد رفعہ علی اللہ اذ کان اللہ عزیزا
حکیما لا یغلب علی ما یرید وقد اقتضت الحکمۃ رفعہ فلا بد ان یرفعہ لکونہ
حکیما وھی حفظہ لتقویۃ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم حین انتھایہ
الی غایۃ الضعف بظھور الدجال فیقتلہ یعنے امر یقینی یہی ہے کہ اللہ نے
حضرت مسیح کو اُٹھا لیا اسلئے کہ یہ خبر خود حضرت مسیح سے مسموع ہوئی اور اللہ جلشانہ
پر آپ کا رفع دشوار نہیں تھا کیونکہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے اُسکے ارادہ پر کوئی
غالب نہیں آسکتا چنانچہ جبکہ اسکی حکمت اس بات کی مقتضی ہوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام
کو اٹھا لے تو ایسا ہی ہوا اور اس فعل میں حکمت یہ تھی کہ حضرت مسیح علیہ السلام آنحضرت
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کے لئے محفوظ رہیں اور آخر زمانہ میں جبکہ
اس دین میں سخت ضعف آجائیگا اور دجال کا ظہور ہوگا تو حضرت مسیح علیہ السلام اسکو قتل کریں
شیخ کا یہ بیان اس حدیث کے بموجب ہے جسمیں یہ مذکور ہے کیف تھلک امۃ
انا اولھا وعیسی ابن مریم اٰخرھا۔ یہی شیخ علی مہایمی نے سورۂ زخرف کی یہ
وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا واتبعون ھذا صراط مستقیم کی تفسیر
اس طرح فرمائی ہے ای من اشراطھا ینزل بقربھا والبشر المحض لا یبقی الی
ھذہ المدۃ لکن ھذا البقاء ربما یوھم الھیۃ فلا تمترن بھا ای بملکیتہ
فتجعلوھا الھیۃ ولا تتبعوا اھل ملتہ فی ذلک بل اتبعون فی القول بنبوتہ
وصیرورتہ الی الملائکۃ ھذا صراط مستقیم لتوسطہ بین افراط القول

بالالهیته و تفریط القول بکونه ولد الزنا یعنے حضرت مسیح علیہ السلام علامات قیامت سے ہیں اور قریب قیامت نازل ہونگے اور چونکہ بشر محض اسقدر مدت تک باقی نہیں رہسکتا اور کہیں اس قسم کی بقا سے حضرت مسیح کی الوہیت کا وہم نہ ہو اسلئے فرمایا کہ فلا تمترن بہا یعنے مسلمان انکی ملکیت میں شبہ نہ کریں اور نصاریٰ کی پیروی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے اس بقا کو انکی الہیتہ سے تعبیر نہ کریں اور اس باب میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کر کے حضرت مسیح کی نبوت اور انکے ملایک میں جا ملنے کے قایل ہوں۔ کیونکہ یہی صراط مستقیم ہے جو الہیتہ کے افراط اور قول ولد الزنا کی تفریط سے پاک ہے۔

شیخ نے سورۂ زخرف کی اسی آیت میں لونشاء لجعلنا منکم ملایکۃ جونذکور ہے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا نے ملک بنا دیا چنانچہ اپنی تفسیر کے صفحہ ۱۱۳ پر زیر آیہ ومکروا ومکر اللہ یہ لکھا ہے کہ لما قصد وا ایذاء عیسی وخافوا سوء دعوته وقتال حواریه مکروا فوکلوا علیه من یقتله ومکر اللہ بالقاء شبهه علی بعضهم۔ یعنے جبکہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ایذا پہونچانیکا قصد کیا اور انکو آپکی بددعا کا نیز آپ کے حواریوں سے لڑائی پیش آنے کا خوف ہوا تو یہ تدبیر کی کہ ایک شخص کو آپ کے قتل کے لئے متعین کیا اور اللہ جل شانہ نے انکی اس تدبیر کو انھیں میں سے ایک کو حضرت مسیح علیہ السلام کا شبیہ بنا دیکر بگاڑ دیا۔

اسکے بعد شیخ نے انی متوفیك ورافعك الی کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے ای اخذك بکلیتك ولا ادع لك شهوة طعام ولا شراب فتحتاج الی مساکنة الارض

لانی رافعک الی ای الی سمائی۔ یعنے میں تجھکو سارا پورا لے لونگا اور کھانے پینے کی حاجت تجھمیں باقی نہیں رہےگی جو زمین پر بشر نیکی ضرورت ہو کیونکہ میں تجھکو اپنی طرف یعنے اپنے آسمان پر اٹھالیتا ہوں۔

شیخ کی اس تفسیر سے مرزا صاحب اور انکے حواریوں کے اس اعتراض کا بھی قلع و قمع ہو گیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر بغیر غذا کے اسقدر مدت تک کیسے زندہ رہسکتے ہیں یہاں اس امر کا بیان کردینا ضرور ہے کہ گو مفسرین نے کیفیت رفع وغیرہ امور میں تفتیش کے درپے ہو کر اقسام کی روایتوں کو نقل کر دیا ہے جن میں بعض نصاری کی حکایتیں بھی ہیں اور بعضوں نے آسمان پر حضرت مسیح علیہ السلام کی زندگی کو ممکن قرار دینے کے لئے یہ بھی لکھدیا ہے کہ انمیں ملکیت پیدا کر دیگئی اور کھانے پینے کی حاجت باقی نہیں رہی جیسا کہ شیخ علی مہایمی اور انکے علاوہ اور مفسرین کا بھی بیان ہے لیکن ہمکو اسمیں تفتیش کی مطلق ضرورت نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کے فرمان اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے حدیث کے بموجب یہ اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے اور قریب قیامت نازل ہونگے چنانچہ ہم نظیراً اصحاب کہف کے قصہ ہی کو پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف میں اسطرح مذکور ہے سیقولون ثلثة رابعهم كلبهم ويقولون خمسة سادسهم كلبهم رجما بالغيب ويقولون سبعة وثامنهم كلبهم قل ربي اعلم بعدتهم ما يعلمهم الا قليل۔ یعنے لوگ اصحاب کہف کی گنتی کے بارہ میں جھگڑتے تھے بعض کہتے تھے کہ تین تھے اور چوتھا انکا

کتا تھا بعض کا مقولہ تھا کہ پانچ تھے اور چھٹا انکا کتا تھا اور بعضوں نے کہا کہ سات اشخاص تھے اور آٹھواں انکا کتا تھا اور اسی طرح یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل چلا رہے تھے اللہ جلشانہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرما دیا کہ ان لوگوں کو ٹھیک بات معلوم ہی نہیں اور خدا ہی انکی گنتی کو خوب جانتا ہے اسمیں زیادہ کاوش کرنے سے کوئی مفاد نہیں۔ اور جو بات ضروری تھی وہ قرآن شریف میں صاف طور پر بتلا دی گئی کہ خدا نے اصحاب کہف کو اپنی قدرت کاملہ سے تین سو نو برس ایک غار میں سلا دیا اور پھر انکو زندہ کر دیا لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیھا یعنے بدیں غرض کہ انکی قوم کے لوگ اس امر پر مطلع ہو جائیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ اور جو لوگ اس مدت میں بھی تکرار کریں اُن کو یہ کہدینے کا حکم ہوا کہ اللہ اعلم بما لبثوا لہ غیب السموات والارض۔

پس حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملہ میں بھی جو ضروری بات تھی وہ ہمکو بتلا دی گئی کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے اور انکا نزول قیامت کی نشانی ہے لہذا اسمیں زیادہ کاوش بے فائدہ محض ہے لیکن چونکہ مرزا صاحب کا یہ خیال ہے کہ کسی طرح سے اس جگہ کو اپنے لئے خالی کریں اسلئے وہ اس مسئلہ کے درپے ہوئے ہیں۔

الغرض ان تمام اقوال و روایات سے ظاہر ہے کہ اکثر مفسرین نے وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ اور آیہ وانہ لعلم للساعۃ* کے لحاظ سے

* اسکی تفسیر بھی شیخ محی الدین ابن عربی نے صفحہ ۲۱۹ پر اس طرح کی ہے۔ ای ان عیسیٰ علیہ السلام مما یعلم بہ القیامۃ الکبریٰ وذالک ان نزولہ من اشراط الساعۃ۔

جو حیات مسیح علیہ السلام کے لئے قطعی الدلالہ ہیں اور نیز ان احادیث متواترہ کے نظر کرتے جو نزول عیسی علیہ السلام کے باب میں وارد ہیں متوفیک کو اسکے حقیقی معنوں پر رکھکر یا تو قابضک سے اسکی تفسیر کی یا وفات نوم کہا اور بعضوں نے اس کی تفسیر ممیتک سے کی تو جو وعدہ انی متوفیک و رافعک الی میں تھا اسکے وقوع میں تقدیم و تاخیر کے قایل ہوے چنانچہ حضرت ابن عباس بھی انھیں میں سے ہیں اسلئے کہ انسے بھی و انہ لعلم للساعۃ کی تفسیر اس طرح مروی ہے ھو خروج عیسی ابن مریم قبل یوم القیامۃ اور و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے قبل موت عیسی ابن مریم علیہ السلام چنانچہ اسکی بحث بالتفصیل اشاعۃ السنہ کے پرچے اور مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کی کتاب الحق الصریح فی حیوۃ المسیح میں موجود ہے من شاء فلیرجع الیھما۔ مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی نے جو اثر ابن عباس سے قبل موتہ کے ضمیر کے متعلق اسکے خلاف ہے اسکے رواۃ کا مجروح ہونا اسمار الرجال کی کتابوں سے بصراحت بیان کر دیا ہے اور اسکو منقول و معقول دو طریقوں سے رد کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قول قبل موت عیسی جو حضرت ابن عباس سے منقول ہے وہی صحیح ہے اور اسکے جملہ رجال رجال صحیحین ہیں۔

اب رہا برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کا یہ اعتراض جو انھوں نے مرزا صاحب ہی سے نقل کیا ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر کے قایل ہونے سے قرآن میں تحریف لازم آتی ہے اور و یحرفون الکلم عن مواضعہ کی تصدیق ہوتی ہے اسکا جواب بھی

اشاعۃ السنہ کے پرچوں میں دیدیا گیا ہے لیکن ہم ناظرین کی تشفی کے لئے اسکا یہاں اعادہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

مرزا صاحب انی متوفیک و رافعک الی میں جو واو عطف ہے اسکا ترجمہ کرتے ہیں "پھر" جسکے لئے عربی زبان میں لفظ ثم ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کے مصداق خود مرزا صاحب ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر رفع جسم ہو چکا ہے اور وفات قریب قیامت ہوگی تو آیۂ زیر بحث میں وفات کا ذکر پہلے اور رفع کا ذکر پیچھے کیوں ہوا جس سے قرآن کی فصاحت ٹوٹ جاتی ہے۔ اسکا یہ جواب دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب فصاحت و بلاغت کے مفہوم سے واقف نہیں ہیں۔ کسی واقعہ کا جو پہلے ہوا ہو پہلے ذکر کرنا اور جو واقعہ پیچھے ہوا ہو اسکا بیان پیچھے لانا لازمی اور فصاحت و بلاغت کی شرط نہیں ہے چنانچہ اسکی نسبت قرآن مجید ہی سے بہت سی نظیریں پیش کیگئی ہیں جنمیں سے ہم بھی ایک آیت کو یہاں نقل کرتے ہیں۔

انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ و اوحینا الی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط و عیسی و ایوب و یونس و سلیمان (سورۂ نساء)

اس آیت میں حضرت عیسی کی وحی کا ذکر حضرت سلیمان وغیرہ کی وحی سے پہلے ہوا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ کی وحی پیچھے وقوع میں آئی۔

اسکے بعد صاحب اشاعۃ السنہ نے لکھا ہے کہ "حرف و مطلق جمع کے لئے ہے اور

اس سے ترتیب بلا فصل جو حرف ف سے سمجھی جاتی ہے یا ترتیب بفصل و تراخی جو ثم سے مفہوم ہوتی ہے مقصود نہیں ہوتی۔ اس لئے حرف و کے ذریعہ سے ایک پچھلی چیز پہلے اور پہلی چیز پیچھے بیان کی جاتی ہے چنانچہ یہ مسئلہ کتب لغت۔ نحو۔ معانی و بیان میں مفصل مذکور ہے۔

برادرم مولوی صفدر حسین صاحب ذرا سوچیں کہ دیگر آیات قطعی الدلالہ و احادیث متواترہ کو انی متوفیك و رافعك الی کی تفسیر گردانکر وقوع وعدہ میں تقدیم و تاخیر کے قایل ہونے سے الفاظ قرآن مجید میں تقدیم و تاخیر کیسی سمجھی جاسکتی ہے اور حضرت ابن عباس جیسے جلیل القدر صحابی پر یہ طعن کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے اس مقام پر یحرفون الکلم عن مواضعہ کی وعید کا خیال نہیں رکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنی غرض کے حاصل کرنیکے لئے حضرت ابن عباس کی اس تفسیر کو قبول کر لیتے ہیں جنمیں متوفیك کے معنی ممیتك بیان ہوئے ہیں اور وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی جو تفسیر ابن عباس ہی سے منقول ہے اسکو تسلیم نہیں کرتے اور متوفیك و رافعك الی میں جو وعدہ ہے اسکے وقوع میں تقدیم و تاخیر کے قایل نہیں ہوتے ہیں اسکی نسبت سوا اسکے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ فعل نؤمن ببعض و نکفر ببعض کی تفسیر ہے اور یہ طریقہ اہل حق کا نہیں بلکہ اہل ہویٰ کا ہے۔ باوجود مرزا صاحب کے ان کرامات کے برادرم مولوی صفدر حسین صاحب انکو ولی مانتے ہیں چنانچہ مولوی انوار اللہ صاحب کے

رسالہ پر برادر صاحب موصوف نے جو تبصرہ لکھا ہی اور جسکا نام ایک سرسری نظر رکھا ہی اسمیں آپ مرزا صاحب کی ولایت کے قایل اور معتقد ہیں اور جو لوگ انکے منکر ہیں انکو متعصب جاہل اور سعادت سے محروم بتلایا ہے۔ ہم نے اس رسالہ میں مرزا صاحب کے جو اقوال بیان کئے ہیں انکے نظر کرتے تو اس مقام پر مولانا روم کا یہ شعر بے ساختہ زبان پر آتا ہے

کار شیطاں میکند نامش ولی	گر ولی اینست لعنت بر ولی

ہمکو اس جگہ یہ بھی بتلا دینا ضرور ہے کہ جناب مرزا صاحب کو نبوت کا دعویٰ ہے جیسا کہ ہمنے اس رسالہ کے متعدد مقامات میں انھیں کی تحریرات کو نقل کرکے صراحت کردی ہے اور یہاں بھی انکی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۹۹ سے اسکی تصدیق میں مندرجۂ ذیل عبارت کو پیش کرتے ہیں

"تخمیناً بیس برس کا عرصہ گزرا ہے کہ مجھکو اس قرآنی آیت کا الہام ہوا تھا۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله اور اسکے یہ معنی سمجھائے گئے تھے کہ میں خدا تعالی کی طرف سے اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ میرے ہاتھ سے خدا تعالی اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے۔" مرزا صاحب اسکے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھکو یہ الہام ہوا اور مجھکو یہ بتلایا گیا کہ اس "آیت کا مصداق تو ہے"

الغرض مرزا صاحب کو تو نبوت کا دعوی ہے لیکن برادرم صفدر حسین صاحب نے

نوٹ: اس کتاب پر ہمنے بھی دو چار منٹ کے لئے ایک سرسری نظر ڈالی۔ قطع نظر مضمون کے اس میں آیات قرآن اور احادیث اسقدر غلط لکھی گئی ہیں کہ اہل علم کے نزدیک اسکی ذمہ داری کاتب پر ہرگز عاید نہیں ہو سکتی۔

تنزل کرکے انکو ولی کا درجہ عنایت فرمایا ہے۔ خیر اس سے ہمیں بحث نہیں بالفعل ہمارے ایک بھائی کی ولایت انکے والد خاطر صاحب مرحوم کے قول کے بموجب ثابت ہوگئی کیونکہ مثل مشہور ہے "ولی را ولی می شناسد" غالباً برادرم مولوی صفدر حسین صاحب کو اسی ولایت کے بدولت ایسا فہم سلیم و تفقہ فی الدین عطا ہوا ہے کہ آپ مسئلہ وفات مسیح علیہ السلام میں مرزا صاحب کے تابع اور پیرو ہوگئے ہیں چنانچہ اپنے رسالۂ مکتوبہ کے صفحہ ۶۹ پر آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس باب میں جو دلائل پیش ہوئے ہیں (اور جو مرزا صاحب کے مختلف تصنیفات سے بلاغور و تامل نقل کرلیئے گئے ہیں) اس شخص کے لئے کافی ہونگے جو فہم سلیم اور تفقہ فی الدین رکھتا ہو۔ ہم اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ الحمد للہ ہمکو برادر صاحب موصوف کا سا تفقہ فی الدین حاصل نہیں ہے کہ خدا و رسول اور ائمہ ہدیٰ کو چھوڑ کر ائمہ ضلال کے پیرو ہو جائیں۔ اس سے پہلے مرزا صاحب کے بہت سے کرشمے بیان ہو چکے ہیں لیکن اس مقام پر بھی ہم انکے اور ایک قول کو نقل کرتے ہیں۔ جسکے دیکھنے کے بعد ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی بہ آسانی فیصلہ کرلیگا کہ جناب مرزا صاحب اولیاء رحمٰن میں داخل ہو سکتے ہیں یا انکا شمار اولیاے شیطان میں ہوگا۔

کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵ پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "میری عمر کا اکثر حصہ سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اسقدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ

اگر وہ رسایل اور کتابیں اکٹھی کیجائیں تو پچاس الماریاں اُن سے بھر سکتی ہیں"۔
اسی سلسلہ میں ارشاد ہوا ہے کہ "خدا تعالی نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں"۔

مرزا صاحب کا یہ بیان ان لوگوں کی رو میں ہے جنکی نسبت انکو خبر ملی تھی کہ انکو باغی ٹھہرانے میں ساعی ہیں۔ ناظرین انصاف فرمایئں کہ مرزا صاحب نے اس الزام سے اپنی برأت کے لئے کیسا محقر اور ذلیل طریقہ اختیار کیا ہے جسکو غالباً حکام نے بھی کسی وقعت کی نظر سے نہ دیکھا ہوگا۔ بہت سے اہل اللہ پر اس قسم کے الزام لگائے گئے تھے لیکن بعد تحقیقات خود حکام نے اُن کو بری کر دیا۔ مرزا صاحب کا یہ بیان کہ انھوں نے انگریزی سلطنت کی حمایت اور تائید میں اسقدر کتابیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اُنسے پچاس الماریاں بھر جائینگی اسقدر مبالغہ آمیز ہے کہ اسپر سوا جھوٹ* کے کوئی اور لفظ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ غالباً مرزا صاحب کے جملہ تصنیفات بھی اسقدر نہ ہونگے کہ پچاس الماریاں بھر جائیں چہ جائیکہ صرف انمیں کا ایک حصہ جو گورنمنٹ کی حمایت اور تائید سے متعلق ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے

* یہ بھی اُسی قسم کا سفید نہیں بلکہ سیاہ جھوٹ ہے جسمیں مرزا صاحب نے اپنا احاطۂ علمی ظاہر کرنے اور جاہلوں کو دھوکا دینے کے لئے لفظ توفی جتنی دفعہ نہ صرف قرآن میں بلکہ حدیث میں اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے آپکی بعثت کے وقت سے آخر عمر تک استعمال ہوا ہے اسکی تعداد بتلائی ہے۔

بہت خایف ہیں شاید یہ اس حدیث کی تصدیق ہے جسمیں خبر دیدیگئی ہے کہ دجال ان مقامات میں داخل نہیں ہو سکے گا۔

آمدم برسر مطلب۔ برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے مرزا صاحب کی تقلید میں جس طرح حضرت مسیح کی وفات پر آیہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل سے اجماع صحابہ کا دعوی کیا تھا اسی طرح مجمع بحار الانوار کی اس عبارت سے والاکثر ان عیسی لم یمت وقال مالک مات یہ استدلال کیاہے کہ امام مالک نے حضرت مسیح کی وفات پر فتوی دیدیا اور باقی ائمہ مجتہدین کا اسپر سکوت اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت مسیح وفات پاچکے ہیں۔

مجمع بحار الانوار لغت کی کتاب ہے جسمیں قرآن وحدیث کے لغات کے معنوں کی تصریح کیگئی ہے۔ اسمیں لفظ حکم کے تحت جو حدیث شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی روایت میں استعمال ہوا ہے یہ عبارت ہے۔ وفیه ینزل حکما ای حاکما بهذه الشریعة لا نبیا والاکثر ان عیسی علیه السلام لم یمت وقال مالک مات وهو ابن ثلث وثلثین سنة ولعله اراد رفعه الی السماء او حقیقته ویجی اخر الزمان لتواتر خبر النزول۔

برادرم صفدر حسین صاحب کو اس عبارت کے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب کی جس کتاب سے انھوں نے اسکے ایک حصہ کو نقل کیا ہے اس کا دوسرا حصہ اسی غرض سے چھوڑ دیا گیا تھا کہ انکے مفید مطلب نہیں ہے۔ اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے

حدیث میں یہ ہے کہ حکم ہو کر نازل ہونگے یعنے اس شریعت کے لئے حاکم ہونگے اور نبی نہیں ہونگے اور اکثروں نے کہا عیسی علیہ السلام مرے نہیں اور مالک کا قول ہے کہ تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں مر گئے اور شاید موت سے آسمان کی طرف انکا رفع مراد ہو یا حقیقی موت اور آخری زمانہ میں آئینگے کیونکہ نزول کی خبر متواتر ہے۔

اس عبارت میں پہلے تو یہ بتلایا نہیں گیا ہے کہ مالک کون ہیں۔ علاوہ اس کے جنکی طرف یہ قول منسوب ہے انھوں نے یہ بھی کہدیا ہے کہ حضرت مسیح کی وفات تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں ہوئی حالانکہ مرزا صاحب کا یہ دعوی ہے کہ بعد واقعۂ صلیب حضرت مسیح کوئی اسی سال سے زیادہ زندہ رہے اور ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر میں انتقال کیا جس پر برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۶ پر آیہ انا للہ وانا الیہ راجعون بھی پڑھدی ہے اور اس طریق سے حضرت مسیح کو مار ڈالا ہے تاکہ اپنے امام کے لئے جگہ خالی ہو جاے۔ الغرض اس مجہول قول کے نقل کرنیکے بعد جبکہ خود صاحب مجمع بحار الانوار نے یہ بھی لکھدیا ہے کہ شاید اس سے مراد حضرت مسیح کا رفع الی السماء ہو کیونکہ قیامت کے قریب آپکا نزول متواتر احادیث سے ثابت ہے تو پھر برادرم صفدر حسین صاحب اپنے خداداد تفقہ فی الدین سے یہ کیونکر استدلال کر سکتے ہیں کہ حضرت امام مالک نے فتوی دیدیا ہے کہ حضرت عیسی مر گئے۔ پس یہ فتوی بھی اسی قسم کا خیالی اور ذہنی ہو سکتا ہے جیسے مرزا صاحب اور انکے حواریوں کے پاس صحابہ کا اجماع ہے اب ہم اسکی تردید میں مجمع بحار الانوار ہی سے اس عبارت کو نقل کرتے ہیں جو لفظ توفی

کے تحت لکھی ہوئی ہے متوفیك ورافعك الی علی التقدیم والتاخیر وقد یکون الوفاۃ قبضا لیس بموت او متوفیك مستوف کونك فی الارض ـ جلالین صفحہ ۵۴

اسکو دیکھنے کے بعد خود اہل علم برادر صاحب موصوف کے فہم سلیم اور تفقہ فی الدین کی داد دینگے ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ـ ہم اس مقام پر فقہ اکبر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے جنکا رئیس الفقہاء ہونا مسلم ہے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مندرجۂ ذیل عبارت کو پیش کرتے ہیں۔

ونزول عیسے علیہ السلام من السماء وسایر علامات یوم القیامۃ علی ما وردت بہ الاخبار الصحیحۃ حق کاین ملا علی قاری نے اسکی شرح اس طرح کی ہے (ونزول عیسے علیہ السلام من السماء) کما قال اللہ تعالی (وانہ) ای عیسی (لعلم للساعۃ) ای علامۃ القیامۃ و قال اللہ تعالے (وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ) ای قبل موت عیسی علیہ السلام بعد نزولہ عند قیام الساعۃ ـ

یعنے آسمان سے عیسیٰ السلام کا نزول اور تمام علامات قیامت جنکی نسبت احادیث صحیحہ وارد ہیں حق اور واقعی ہیں۔

ملا علی قاری نے امام صاحب کے اس متن پر یہ شرح کی ہے کہ اللہ تعالی نے آیہ وانہ لعلم للساعۃ میں عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی فرمایا ہے اور آیہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ میں یہ خبر دی ہے کہ اہل کتاب

عیسی علیہ السلام کی موت کے قبل جو بعد نزول قیامت کے قریب ہوگی انپر ایمان لائینگے

اس دلیل کے بعد بھی اگر برادرم صفدر حسین صاحب اپنے تفقہ فی الدین کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تفقہ فی الدین سے اعلی وارفع سمجھیں تو انکو اختیار ہے ہم تو خدا ورسول کے مقابلہ میں اورجن ائمہ ہدی نے اللہ ورسول کے کلام سے استنباط کرکے مسایل دین کو بیان کیا ہے انکے خلاف صرف مرزا صاحب کی تقلید میں اپنے اعتقاد کو چھوڑ نہیں سکتے ہیں۔

اگرچہ اس باب میں ہمکو اور دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ باتفاق امت یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور آپ کا نزول قریب قیامت ہوگا لیکن چونکہ برادرم مولوی صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ میں آیہ فلما توفیتنی سے بھی استدلال کیا ہے اور اس بحث کو بھی مرزا صاحب کی کتابوں سے نقل کردیا ہے لہذا ہمکو اسکا بھی جواب دینا ضرور ہے۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست	می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

سورۂ مائدہ کے آخر میں اللہ جل شانہ نے قیامت کے دن انبیاء سے جو سوال وجواب ہوگا اسکا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب یعنے اس دن کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالی پیغمبروں کو جمع کرکے پوچھے گا کہ تم کو اپنی امتوں کی طرف سے کیا جواب ملا وہ کہیں گے کہ ہمکو کچھ معلوم نہیں غیب کی باتیں تو ہی خوب جانتا ہے۔ اسکے بعد خاص

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اس باب میں جو خطاب ہوگا اسکا قصہ اس طرح مذکور ہے

واذ قال اللہ یعیسی ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ قال سبحنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شیٔ شھید یعنے اس دن اللہ عیسی سے پوچھیگا کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ کیا تم نے لوگوں سے یہ بات کہی تھی کہ خدا کے علاوہ مجھکو اور میری والدہ کو دو خدا مانو عیسیٰ عرض کرینگے کہ اے پروردگار تیری ذات پاک ہے مجھ سے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں ایسی بات کہوں جسکے کہنے کا مجھکو کوئی حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو میرا کہنا تجھکو ضرور ہی معلوم ہوا ہوگا کیونکہ تو تو میرے دل تک کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا غیب کی باتیں تو تو ہی خوب جانتا ہے تو نے جو مجھکو حکم دیا تھا بس وہی میں نے اُن لوگوں کو کہہ سنایا تھا کہ اللہ میرا اور تمھارا پروردگار ہے اسی کی عبادت کرو اور جب تک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں انکا نگران حال رہا اور پھر جب کہ تو نے مجھکو دنیا سے اٹھا لیا تو تو ہی انکا نگہبان تھا اور تو تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وکنت علیھم شھیدا ما دمت فیھم

فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شی شہید کا ترجمہ
اس طرح فرمایا ہے ۔ وبودم برایشاں نگہبان مادامے کہ درمیان ایشاں بودم پس
وقتیکہ برگرفتی مرا تو بودی نگہبان برایشاں و تو برہمہ چیز نگہبانی ۔
اور برگرفتی مرا پر یہ فائدہ تحریر فرمایا ہے یعنے برآسماں بردی مرا ۔
شاہ عبدالقادر صاحب اور شاہ رفیع الدین صاحب نے لفظ توفیتنی کا
ترجمہ " بھرلیا " اور " قبض کیا " فرمایا ہے ۔
امام رازی نے اسکی تفسیر اس طرح فرمائی ہے وکنت علیہم شہیدا مادمت
فیھم ای کنت اشہد علی ما یفعلون مادمت مقیما فیھم فلما توفیتنی
والمراد منہ وفاۃ الرفع الی السماء من قولہ انی متوفیک ورافعک الی ۔
تفسیر ابوالسعود میں ہے فلما توفیتنی بالرفع الی السماء کما فی قولہ تعالٰی
انی متوفیک ورافعک الی فان التوفی اخذ الشئ وافیا والموت نوع منہ
قال تعالٰی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا ۔
امام رازی نے اپنی تفسیر میں جہاں متوفیک کے معنی بیان کئے ہیں وہاں لکھا ہے
اجعلک کالمتوفی لانہ اذا رفع الی السماء وانقطع خبرہ واثرہ عن الارض
کان کالمتوفی واطلاق اسم الشئ علی ما یشابہہ فی اکثر خواصہ وصفاتہ
جائز حسن یعنے میں تجھکو متوفی کے مانند کردونگا کیونکہ جب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان
پر اٹھالئے گئے اور زمین سے آپ کی خبر مفقود اور آپ کا اثر منقطع ہوگیا تو آپ شخص متوفی

کے برابر ہو گئے اور کسی شے کے نام کا اطلاق دوسری شئے پر جو اکثر خواص و صفات میں اسکے مشابہ ہو نہ صرف جایز بلکہ حسن ہے

امام رازی کی اس عبارت اور دیگر مفسرین کے اقوال سے جو اوپر نقل کئے گئے ہیں ظاہر ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی زبان سے قیامت کے دن فلما توفیتنی کے جو الفاظ نکلیں گے ان سے یہ استدلال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات مثل اور انبیا کے ہو گئی ہے چنانچہ اسپر وہی حدیث شاہد ہے جو مرزا صاحب اور آپکے حواری پیش کیا کرتے ہیں اور جس کا ذکر برادرم صفدر حسین صاحب نے بھی اپنے رسالہ میں کیا ہے۔

وہ حدیث یہ ہے۔ انه یجاء برجال من امتی یوم القیامة فیوخذ بهم ذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انك لا تدری ما احدثوا بعدك فاقول کما قال العبد الصالح وکنت علیهم شهیدا ما دمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیء شهید۔ یعنے قیامت کے دن آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اپنی امت کے کچھ لوگوں کو دوزخ کی طرف کھینچے جاتے دیکھکر فرمائیں گے کہ یہ تو میرے اصحاب* ہیں اسکے جواب میں آپ سے کہا جائیگا کہ آپ کے بعد ان لوگوں نے جو عمل کئے اسکا علم آپ کو نہیں ہے۔ اسپر آپ

* یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو مرتد ہو گئے تھے چنانچہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں جو روایت کی ہے اسکے یہ الفاظ ہیں انهم لم یزالوا مرتدین علی اعقابهم منذ فارقتهم

فرماتے ہیں کہ میں بھی اسوقت اس عبد صالح یعنے حضرت مسیح علیہ السلام کے مانند معذرت کرنے لگونگا کہ جبتک میں ان لوگوں میں موجود رہا میں انکا نگران حال رہا اور پھر جب کہ تونے مجھکو دنیا سے اٹھالیا تو تو ہی انکا نگہبان تھا اور تو تمام چیزوں کی خبر رکھتا ہے۔

مرزا صاحب اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بموجب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام بھی فلما توفیتنی فرمائینگے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کی وفات اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات ہر دو برابر ہیں۔ اسکا جواب تفسیر کبیر کی اس عبارت میں جو اوپر نقل کیگئی ہے موجود ہے اسکے سوا مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی نے بھی اپنی کتاب الحق الصریح فی حیوۃ المسیح میں بتلادیا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے یہ الفاظ فاقول کما قال العبد الصالح صاف اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کے توفی میں مغایرت ہے ورنہ کاف تشبیہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی چنانچہ سورۂ مایدہ کی آیات مذکورۃ الصدر میں حضرت عیسی علیہ السلام کے یہ الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں ما قلت لھم الا ما امرتنی بہ اس مقام پر آپ کما امرتنی بہ نہیں فرمائیں گے پس ما امرتنی اور کما امرتنی میں جو فرق ہے وہی فرق ما قال العبد الصالح اور کما قال العبد الصالح میں ہے اور گو ہر دو توفی میں ایک قسم کی مشابہت ہے جیساکہ امام رازی نے بیان کیا ہے لیکن عینیت نہیں ہے۔

جناب مرزا صاحب اور آپ کے حواری محض ضد اور اپنی بات کی پرداخت میں اس قسم کے دلایل سے تمسک کریں اور حق بات کو نہ مانیں تو ہم بھی اس سے زیادہ انکی تفہیم نہیں کر سکتے ہیں اور خدا ہی انکے اور ہمارے درمیان فیصلہ کریگا۔ رب احکم بالحق وربنا الرحمن المستعان علی ما تصفون۔

برادرم صفدر حسین صاحب نے اس مقام پر ایک اور اعتراض کیا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول قریب قیامت تسلیم کر لیا جاوے تو اسکو بھی قبول کرنا ہوگا کہ وہ اپنی آنکھ سے اپنی امت کی بداعمالیوں کو دیکھ لیں گے پھر آپ کا یہ کہنا کیونکر درست ہوسکتا ہے کنت انت الرقیب علیہم۔ یہ اعتراض قرآن شریف سے لاعلمی احادیث سے ناواقفیت بلکہ دین سے بے خبری محض کی وجہ سے ہے قرآن شریف میں یہ تذکرہ اس آیت سے شروع ہوا ہے یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ احادیث کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنی امت میں جو افتراق و اختلاف ہوگا اور دین میں جو فساد اور فتنے برپا ہونگے انکی خبر دیدی گئی تھی۔ اسکے علاوہ خود آپ کی زندگی میں آپ کی قوم کے شریر اور بدنفس لوگوں نے آپ سے جو سلوک کیا اسکا بھی آپ کو بخوبی علم تھا۔ باوجود اسکے آپ اور انبیاء کے ساتھ قیامت میں جو کمال دہشت اور خوف کا مقام ہوگا اللہ جلشانہ کے حضور اپنی عاجزی اور ادب کے اظہار کے لئے یہی کہیں گے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام بھی اس سوال کے جواب میں

ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ جو آپ پر محض آپ کی برأت تام کی غرض سے علی روس الاشہاد کیا جائیگا یہ عرض کرینگے سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق اور اسکے بعد بکمال عاجزی کے ساتھ معذرت کرینگے ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب اس مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کو صرف اپنی براءت مقصود ہوگی۔ آپ سے یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ آپ کی امت کی بداعمالیوں کی آپ کو خبر ہے یا نہیں بلکہ جو سوال آپ سے ہوگا اسی کا جواب عرض کرینگے۔ اور چونکہ آپ عباد مکرموں میں داخل ہیں آپکی یہ شان ہوگی لا یسبقونہ بالقول۔ غالباً برادرم صفدر حسین صاحب نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی مرزا صاحب کے مانند بے باک اور گستاخ سمجھ لیا ہے جو مثیل مسیح مسیح موعود اور نبی بنکر وحی والہام کا دعوی کر رہے ہیں اور دنیا میں خدا کے مقابلہ میں باتیں بنایا کرتے ہیں ان امور کی حقیقت اس دن کھل جائیگی جسکی نسبت انہیں آیات میں ارشاد ہوا ہے ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم اور جبکہ حضرت مسیح علیہ السلام کو آپ کے صدق کا صلہ مرحمت ہوگا اسی دن ان کاذبین کی بھی کما ینبغی خبر لیجائیگی ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون انما یوخرھم لیوم تشخص فیہ الابصار۔ اس سے بڑھکر اور کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام تو خبر دیں وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (رواہ الترمذی وابوداؤد) اور مرزا صاحب پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے علی الرغم

نبوت کا دعویٰ کر بیٹھیں۔

برادرم صفدر حسین صاحب نے منجملہ اس قسم کے اور استدلالات کے اپنے رسالہ مکتوبہ کے صفحہ ۶۵ پر کنز العمال سے یہ حدیث بھی نقل کر دی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو نبی ہوا وہ اپنے سابق کے نبی کی نصف عمر زندہ رہا اور چونکہ عیسیٰ ابن مریم ایک سو بیس برس زندہ رہے ہیں ساٹھ ہی سال میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

مقاصد الحسنہ میں امام سخاوی نے اس حدیث کی نسبت لکھا ہے لکن یعکر علیہ ما ورد فی عمر عیسیٰ یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر کا اسمیں جو ذکر ہے اُسپر اعتراض ہوتا ہے۔ اور تہذیب الکمال میں ہے کہ اس حدیث کی راویہ فاطمہ بنت الحسین ہیں جنھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے حالانکہ انکو حضرت عائشہ سے ملاقات وسماع نہیں ہے اسلئے یہ روایت مرسل ومنقطع ہے۔ جامع صغیر میں بھی علامہ سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔

اسکے علاوہ درایتہً بھی یہ روایت غلط ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کی عمر ایک ہزار برس کی ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام جنکے اور آدم علیہ السلام کے درمیان بہت سے انبیاء گزرے ساڑھے نو سو برس عوت کرتے رہے۔ انکے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر صرف ساٹھ برس کی ہوئی اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ترسٹھ سال زندہ رہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ ٹوٹ گیا اور ممکن نہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی زبان مبارک سے ایسا غلط کلام نکلے۔

کنز العمال میں اقسام کی حدیثیں داخل ہیں یہانتک کہ موضوع روایات بھی۔

اسکے علاوہ صاحب کنز العمال شیخ علاء الدین علی المتقی نے نزول عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے نام سے اپنی کتاب میں ایک علحدہ باب باندھا ہے جسمیں صحیحین اور سنن وغیرہ سے پچیس حدیثیں نقل کی ہیں اور انمیں کئی احادیث ان الفاظ میں موجود ہیں کہ عیسی روح اللہ قریب قیامت نازل ہونگے اور مسیح دجال کو ہلاک کرینگے اور زمین پر چالیس سال زندہ رہنے کے بعد وفات فرمائیں گے اور مسلمان آپ کے جنازہ کی نماز پڑھینگے۔ ملاحظہ ہو جزء رابع کنز العمال صفحہ ۲۰۲۔

برادرم صفدر حسین صاحب ملاحظہ فرمائیں کہ انکا یہ استدلال بھی کس طرح ھباءً منثوراً ہوگیا۔

اے کاش اس غلط روایت کا اثر مرزا صاحب جیسے جھوٹے مدعی نبوت پر پڑتا اور آپ دنیا سے تیس ہی برس کی عمر میں تشریف لیجاتے تو خس کم جہاں پاک کا مقولہ صادق آتا اور مسلمان آپ کے فتنوں سے محفوظ رہتے۔ غالباً جناب مرزا صاحب نے اسی اعتراض سے بچنے کے لئے براہ ابلہ فریبی اپنے بعض حواریوں سے انکی عمر کا کچھ حصہ اپنے حساب میں جمع اور انکے حساب میں خرچ لکھوا دیا ہے۔

برادرم صفدر حسین صاحب نے اپنے رسالہ مکتوبہ کے صفحہ ۶۳ سے پر ان احادیث سے بھی استدلال کیا ہے جنمیں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے شب معراج انبیاء

سابقین سے اپنی ملاقات کا ذکر فرمایا ہے۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی یحییٰ علیہ السلام کے ساتھ لیا گیا ہے اور ایک حدیث میں عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم علیہم السلام کے نام بھی مذکور ہیں اور بالاجمال انکے حلیئے بیان ہوئے ہیں برادر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی دیگر وفات یافتہ انبیا میں شامل ہیں۔ اس دعوے کا غلط ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہو چکا ہے یہاں اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ برادر صاحب موصوف نے اسکے بعد وہ حدیث پیش کی ہے جسمیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خواب کا ذکر ہے اور جسمیں یہ بیان ہوا ہے کہ آپ نے ایک شخص کو طواف کعبہ اس حالت میں کرتے دیکھا کہ اسکے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اور آپ نے منام ہی میں دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ پھر آپ نے حالت رویا ہی میں ایک اور شخص کو دیکھا جسکی سیدھی آنکھ کانی تھی اور اسکی نسبت بھی دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ دجال ہے۔ معراج کے متعلق حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حلیہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ آپکا رنگ سرخ تھا اور بال گھونگر والے تھے اور خواب میں آپنے جس مسیح کو طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا انکا رنگ گندم گوں تھا اور بال کی نسبت کہا گیا ہے کہ کندھوں پر لٹکے ہوئے تھے اور پانی اُن سے ٹپک رہا تھا۔

باوجودیکہ شارحین حدیث مثل ابن حجر عسقلانی۔ قسطلانی۔ عینی وغیرہ ائمہ میں سے کسی نے اس خفیف اختلاف حلیہ کی بناپر یہ نتیجہ نہیں نکالا کہ یہ ہر دو مسیح مختلف اشخاص ہیں

بلکہ ساری امت کا بشمول ان صحابہ کے جو راوی ان احادیث کے ہیں اسپر اتفاق ہے کہ ہر دو روایات میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی مراد ہیں لیکن برادرم صفدر حسین صاحب نے مرزا صاحب کی تقلید میں انکو دو جداگانہ اشخاص ٹھرایا ہے اور کہتے ہیں کہ معراج کی شب میں جس مسیح سے ملاقات ہوئی وہ اسرائیلی مسیح تھے اور دوسرے شخص جو منام میں بتلائے گئے وہ مسیح موعود تھے جو اسی امت میں ہوے ہیں اور جو مسیح اسرائیلی سے روحانی اوصاف میں* مشابہ ہیں یعنے مرزا صاحب قادیانی۔ برادر صاحب موصوف نے اپنے دعوے پر اس حدیث کو پیش کیا ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم اور اسکے یہ معنی بیان کئے ہیں "تمھارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تم ہی میں سے ایک تمھارا امام ہوگا"

بھائی صاحب نے قرآن شریف کی آیہ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ کی جو تفسیر فرمائی اور مفسرین قرآن میں جس طرح شامل ہوگئے اسکا ذکر اس سے پہلے ہوچکا ہے۔ اب آپکو شارحین حدیث میں بھی داخل ہونے کا شوق ہوا تو اس حدیث کی بھی ایسی شرح لکھدی جو کسی کے ذہن میں نہیں آسکتی تھی۔ برادر صاحب پر یہ کام کچھ دشوار نہیں تھا کیونکہ آپ نے ایک عربی داں مولوی صاحب سے اربعین لکھوا کر انکے انتقال کے بعد اسکو اپنے نام سے شائع کیا ہے غالباً اسکی کاپیاں درست کرتے وقت آپکو حدیث کے متعلق بھی بہت سے معلومات ہوگئے ہونگے اور یہ شرح بھی

* ناظرین بخوبی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ روحانی صفات میں مرزا صاحب کو حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام سے مشابہت ہے یا مسیح اعور سے جسکا ذکر بھی حدیث میں آچکا ہے۔

انہیں معلومات کا نتیجہ ہے۔

حدیث مذکورمیں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام تو اس امر پہ فخر فرماتے ہیں کہ باوجود عیسی علیہ السلام نبی ہونیکے آپ بعد نزول اسی امت کے امام کی اقتدا کرینگے جیسا کہ دیگر احادیث صحیحہ میں اسکی صراحت موجود ہے اور برادر صاحب اپنے تفقہ فی الدین سے اسکی یہ شرح فرماتے ہیں کہ عیسی تم ہی میں سے ہونگے اور تمھارے امام ہونگے۔ اگر یہی صحیح شرح ہے تو الفاظ اذا نزل کے کیا معنی ہیں سمجھ میں نہیں آتا۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب کی حمایت اور انکو مسیح موعود قرار دینے کی غرض سے کیسی دوراز کار تاویلیں ہو رہی ہیں اور ان تاویلوں پر ایسے لوگوں کو جرأت ہوتی ہے جن کو علم سے مطلق مس نہیں ہے۔

معراج کی حدیث میں آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا جوذکر فرمایا ہے اسمیں انکے بال گھونگر والے بتلائے گئے ہیں۔ یہ تو ملاقات تھی جسمیں آپ نے بہت قریب ہو کر حضرت مسیح علیہ السلام کو دیکھا تھا۔ دوسری حالت خواب کی تھی جسمیں آپ نے حضرت مسیح کو طواف کعبہ کرتے ہوئے دیکھا جبکہ آپ کے بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور انمیں کنگھی کی ہوئی تھی گھونگر والے بال جب کہ اسقدر بھیگ جائیں کہ پانی ٹپکنے لگے اور اُنمیں کنگھی بھی ہوئی ہو ممکن ہے کہ وہ گھونگر والے نظر نہ آئیں خصوصًا عالم رویا میں۔ اس اختلاف سے مرزا صاحب کے حامیوں کو جو شبہ ناشی ہوا اسپر انھوں نے ہر دو روایتوں میں

جس ابن مریم کا ذکر ہے اسکو وجدا گانہ اشخاص ٹھرادیئے اور اس طریق سے مرزا صاحب کے لئے مسیح موعود ہونے کا استحقاق پیدا کردیا اسکی نسبت سوا اسکے اور کیا کہا جا سکتا

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

غالباً مرزا صاحب نے اس خیال کو اپنے مریدوں کے دلوں میں متمکن کرنیکی غرض سے اپنا فوٹو اسی حلیہ کے مطابق تیار کرایا ہے۔ چنانچہ ہم نے اس فوٹو کو خود برادرم صفدر حسین صاحب کے مکان میں دیکھا ہے۔ شاید صوفی منش لوگونکو اس سے تصور شیخ میں معاونت ہوتی ہوگی۔ بہرحال مرزا صاحب کا یہ ایک کرشمہ بھی انکے برسر حق ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے۔

مرزا صاحب تحفۂ گولڑویہ کے صفحہ ۱۲۷ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "علماء مخالفین کا میری نسبت درحقیقت اور کوئی بھی عذر نہیں بجز اس بیہودہ عذر کے جو ایک ذخیرہ رطب و یابس حدیثوں کا انھوں نے جمع کر رکھا ہے انکے ساتھ مجھے ناپنا چاہتے ہیں حالانکہ ان حدیثوں کو میرے ساتھ ناپنا چاہیئے"۔

جناب مرزا صاحب نے قرآن شریف میں غلط سلط تاویلات کرکے خلاف اجماع امت اپنا دعوی ثابت کرنا چاہا لیکن احادیث میں جو فی الحقیقت قرآن کی تفسیر ہیں اور جنکی نسبت آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے الا انی اوتیت القرآن ومثلہ معہ یہ کارروائی ناممکن نظر آئی تو سرے سے انکا انکار ہی کردیا اور ارشاد ہوا ہے کہ نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام کے متعلق جو احادیث وارد ہیں

انکو انکے یعنے مرزا صاحب کے ساتھ ناپنا چاہیئے۔ اسکے معنی اور کیا ہو سکتے ہیں کہ مرزا صاحب جن احادیث کو صحیح ٹھرائیں وہی صحیح سمجھی جائیں اور جنکو آپ غلط بتلائیں انکی غلطی بلا چوں وچرا تسلیم کر لی جاے۔ سبحان اللہ احادیث کی تنقید کی یہ معیار بالکل ٹھیک ہوگی اور دین محمدی علی صاحبہا افضل الصلوۃ واکمل التسلیم کو منہدم کرنے کا مرزا صاحب نے یہ خوب طریقہ اختیار کیا ہے۔ اسکو تو وہی لوگ قبول کرینگے جو مرزا صاحب کی نبوت کے قایل ہیں متبعین سنت کے پاس ایسے کذابوں کا رتبہ دجالوں سے کم نہیں سمجھا جا سکتا

اب ہم خاتمہ کلام پر خاتم النبیین افضل المرسلین احمد مجتبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پیش کرتے ہیں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ یعنے صحیح البخاری میں مروی ہے اور انشاء اللہ تعالی اسی ایک حدیث سے مرزا صاحب کو ناپیں گے اور بتلادیں گے کہ انکا دعوی محض جھوٹ اور افترا علی اللہ ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیرا من الدنیا وما فیھا ثم یقول ابو ھریرۃ واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا۔

ترجمہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس پروردگار کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے وہ زمانہ قریب ہے کہ مریم کے بیٹے (عیسی)

تم لوگوں میں عادل حاکم ہو کر اترینگے صلیب کو توڑ کر پھینکدینگے سور کو مار ڈالیں گے
جزیہ موقوف کر دینگے اسوقت روپیہ بہت پھیل پڑیگا اور کوئی نہ لیگا ایک سجدہ دنیا
وما فیہا سے بہتر ہوگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو روایت کر کے کہتے تھے
اگر تم چاہتے ہو تو سورۂ نسا رکی یہ آیت پڑھو جو اس حدیث کی تائید کرتی ہے وان
من اهل الکتاب الا لیومنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا
یعنے کوئی کتابی ایسا نہ ہوگا جو بعد نزول حضرت عیسی علیہ السلام انکی وفات سے پہلے اُنپر
ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن حضرت عیسی علیہ السلام ان پر گواہ ہونگے ۔

فتح الباری میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ امام احمد نے ایک دوسرے
طریق سے اس روایت کو بیان کیا ہے اور اسمیں عن ابی هریرة اقرؤا من رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں یعنے اس آخر جملہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
نے مرفوع کر دیا ہے تاکہ حدیث مذکور کو انھوں نے قرآن شریف کی آیہ وان من اهل
الکتاب الا لیومنن به قبل موته کی تفسیر جو قرار دی اسکی نسبت یہ شبہ نہ ہو کہ
انکی رائے ہے بلکہ یہ کہدیا کہ یہ قول آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کا ہے ۔

مرزا صاحب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ پیشگوئی میں جہاں کوئی
امتحان منظور ہوتا ہے تو استعارات ہوا کرتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر اس حدیث میں جن
امور کی پیشگوئی ہے ان سب کو آپ استعارات ہی قرار دیتے ہیں ۔ گو اسلام میں بہت سے
علما نے کسر صلیب ۔ قتل خنزیر وغیرہ امور کو استعارات بتلایا ہے اور انکی تاویلیں بھی

کی ہیں جو نصوص قرآن و حدیث کے مخالف نہیں ہیں لیکن کسی نے آجتک یہ نہیں کہا کہ الفاظ ابن مریم میں بھی استعارے سے کام لیا گیا ہے اور اس سے مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کوئی دوسرا شخص ہے۔ مرزا صاحب تو متوفیك ورافعك الی اور فلما توفیتنی پر بہت کچھ جھگڑ چکے اور خلاف اجماع امت حضرت مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ ثابت کرنیکے لئے حتی الامکان کوشش کی لیکن اس مقام میں اگر وہ علماء سلف و خلف میں سے کسی ایک کا قول بھی پیش کر دیں جسمیں یہ بیان ہو کہ اس حدیث میں الفاظ ابن مریم میں بھی استعارہ ہے اور اس سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے جو حضرت مسیح کے خصایص سے متصف ہو گا تو سارا جھگڑا امٹ جاتا ہے فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارة اعدت للکفرین۔

اس حدیث میں غور و تدبر کے لایق یہ الفاظ ہیں والذی نفسی بیدہ جنمیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھائی ہے اگر آپ کو اس شبہ کا رفع کرنا مقصود نہ ہوتا جو عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور قریب قیامت انکے نزول کے متعلق ہوتا ہے تو آپ ہرگز یہ نہیں فرماتے کہ قسم اس پروردگار کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے۔ ایک اور بات یہاں بیان کرنیکے لایق یہ ہے کہ خداتعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو اپنی کمال رحمت سے یہ دعا تعلیم فرمائی ہے ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به یعنے اے پروردگار ہم سے اتنا بوجھ نہ اٹھوا جسکے اٹھانیکی ہمکو طاقت نہیں۔ قرآن مجید میں

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ صفت بیان ہوئی ہے بالمومنین روف رحیم باوجود خدا کی اس رحمت کے اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس شفقت و مہربانی کے قرآن وحدیث میں یہ خبر صاف الفاظ میں نہ دینی کہ جو مسیح قریب قیامت نازل ہونگے وہ اسی امت سے ہونگے اور مسلمانوں کو مرزا صاحب کے انکار سے اسقدر سخت ابتلا میں ڈالدینا جس سے انکا ایمان واسلام ہی جاتا رہے کس قدر بعید از عقل وقیاس ہے محتاج بیان نہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس مسیح کی کنیت کو بھی کسی حدیث میں ترک نہیں فرمایا اور ہمیشہ ابن مریم ہی کے نام سے انکا ذکر فرماتے رہے حالانکہ مرزا صاحب کے خیال کے بموجب آپکا مقصود ابن مریم کے خصایص رکھنے والا شخص تھا۔ خیر اب ہم چند لمحوں کے لئے اس امر کو تسلیم کر لیکر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ابن مریم کے جن خصایص کا ذکر اس حدیث میں ہوا ہے وہ یا ان میں کا کوئی شمہ بھی مرزا صاحب کی ذات بابرکات میں پایا جاتا ہے یا نہیں۔

بخاری شریف کی اس حدیث میں جو صفات مذکور ہیں وہ یہ ہیں:۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاکم ہونگے اور حاکم بھی ایسے کہ حاکم عادل۔

(۲) صلیب کو توڑ ڈالیں گے۔

(۳) سور کو مار ڈالیں گے۔

(۴) جزیہ کو موقوف کر دینگے۔

اور بعض احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جنگ کو موقوف کر دیں گے۔

اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب میں ان صفات خمسہ میں سے کوئی ایک صفت بھی پائی جاتی ہے یا نہیں۔

مرزا صاحب حاکم تو ہیں نہیں اور نہ انکے اختیار میں ایک چپہ بھر زمین ہے۔ آپ تو اُن لوگوں کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کہلاتے ہیں محکوم ہیں۔ جبکہ حکومت ہی سرے سے نہیں ہے تو عدل کا کیا ذکر۔ حضرت ممدوح کو تو اپنے مخالفین پر اتنا غصہ ہے کہ اگر حکومت ہوتی انکے قتل عام کا حکم دیدیتے۔ اب تو صرف انکی موت کی پیشگوئی کرکے خاموش بیٹھ جاتے اور عصمت بی بی از بے چادری کا جلوہ دکھلاتے ہیں۔

صلیب کو توڑ ڈالنے سے مراد بے شک اسکے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا سے صلیب پرستی مٹ جائے۔ مرزا صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے قایل ہو جانے سے گویا عیسائیوں کا خدا مر جاتا ہے اور یہی کسر صلیب ہے۔ مرزا صاحب ذرا غور کریں کہ کیا انکے اس بیان کو عیسائیوں نے قبول کر لیا ہے۔ انکے پاس تو انکے علما کی روایتیں موجود ہیں جو خاص حضرت مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی طرف منسوب ہیں یا کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ اسکے مقابلہ میں یہ لوگ آپ کو جھوٹا اور کذاب سمجھتے ہیں۔ ہر ایک انسان کے خیالات کی کیفیت اسکے افعال سے معلوم ہو جاتی ہے اسوقت عیسائی اپنی قومی سلطنت کی تائید سے صلیب پرستی کو رواج دینے میں اسقدر ساعی ہیں کہ ہندوستان کے ہر ہر گوشہ میں مشن قایم ہیں اور بصرف زر کثیر بت پرست اقوام صلیب پرست بنائے جا رہے ہیں اور بعض اوقات بدبختی سے مسلمان بھی روپیہ کی لالچ میں یا "سالویشن آرمی"

پر فریفتہ ہوکر اسلام سے اگر دل سے نہیں تو زبان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ اگر یہی آثار
صلیب پرستی کو مٹانیکے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکو فروغ دینے کے کونسے علامات ہوسکتے ہیں
سور کو مار ڈالنے سے اوّل مرتبہ یہ تو مراد ہونی چاہئے کہ دنیا میں اس نجس جانور کے
گوشت کا جو انسان میں اقسام کے امراض روحانی وجسمانی کو پیدا کر دیتا ہے استعمال موقوف
ہو جائے۔ اسکے خلاف اگر پہلے صرف ہندوستان کے دھیڑ اور چمار اسکو استعمال
کرتے تھے تو اب وہ اقوام بھی اسکو کھانے لگے ہیں جو مطلق حیوانات کے گوشت سے
پرہیز کیا کرتے تھے اور ولایت سے "سالٹڈ ہام" کے ٹن کے ٹن چلے آتے ہیں اور اس طرح سے
اس گوشت کی تجارت کو فروغ ہو رہا ہے۔

جزیہ یعنے وہ ٹکس جسکے ادا کرنے پر ذمی کے حقوق محفوظ ہو جاتے تھے اسکو موقوف
ہوکر تو ایک زمانہ گزر گیا۔ خود مسلمان بادشاہوں نے اپنی حکومت میں اسکو موقوف کر دیا تھا
لیکن اب بعوض جزیہ کے رعایا پر اقسام کے ٹکس لگ گئے ہیں۔ باقی رہا مرزا صاحب کا
جزیہ کو معاف کر دینا اس دعوے کی حقیقت تو اسکے برعکس ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنے
مریدوں ہی سے اپنے تصانیف کی اشاعت اور دیگر مصارف کے لئے جزیہ برابر وصول
کر رہے ہیں۔

وضع حرب۔ حامل حرب کی جانب سے وضع حرب ہو تو قابل تحسین ہے ورنہ
ع گدا اگر تواضع کند خوی اوست۔ کا مقولہ صادق آئیگا۔ غدر سے جو تجربہ ہوا اسکے نظر کرتے
برٹش گورنمنٹ نے "آرمس ایکٹ" نافذ کرکے ہتیار سب سے رکھوا دئے اور کسی کی مجال نہیں ہے

کہ بغیر لیسنس ہتیار اپنے نزدیک بھی رکھے چہ جائیکہ انکا استعمال۔ انصاف کی رو سے تو وضع ہے
کی صفت ہز مجسٹی کنگ امپررایڈورڈ ہفتم میں پائی جاتی ہے کیونکہ انکی کوشش ہے کہ
بین الاقوام صلح قایم رکھیں اور حتی الامکان جنگ نہ ہونے دیں۔ بیچارے مرزا صاحب کی
کیا ہستی ہے جو اس قسم کا دعوی کریں یہ تو ایک ادنی برٹش رعیت ہیں اور انکو ممالک اسلام
میں اور خاصتہ مکہ معظمہ جیسی مقدس جگہ میں بھی جسکی نسبت اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے
ومن دخلہ کان آمنا داخل ہونے سے اپنی بداعمالیوں کے نظر کرتے سخت خوف ہورہا ہے
ایسی حالت میں انکا یہ کہنا کہ انھوں نے جنگ موقوف کر دیا ہے کس قدر لغو اور مہمل ہے
محتاج صراحت نہیں۔

جبکہ دلائل مذکورۂ بالا سے نہایت وضاحت کے ساتھ معلوم ہوگیا کہ قرآن و حدیث
اس امر کے مثبت ہیں کہ عیسی علیہ السلام زندہ ہیں اور قریب قیامت نازل ہونگے اور
ساری امت کا بھی اس معاملہ میں اتفاق ہے اور کسی نے آجتک اس باب میں اختلاف
نہیں کیا ہے تو مرزا صاحب کا اپنے دعوے میں کاذب ہونا ظاہر ہوگیا اور یہ بھی روشن
ہوگیا کہ حدیث شریف میں حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کی خبر جن خصایص کے ساتھ دیگئی ہے
انسے مرزا صاحب کو کوئی مناسبت نہیں ہے۔ برخلاف اسکے مرزا صاحب نے جس فتنہ
کو برپا کیا ہے اسکی خبر ایک اور حدیث میں موجود ہے جس کا ذکر یہاں کردینا ضرور ہے
تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جاے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کی شفقت و رحمت اسی
امر کی مقتضی تھی کہ استعارات سے کام لیکر اپنی امت کو سخت ابتلا میں ڈالدینے کے عوض میں

صراحت کے ساتھ بتلادیں کہ قیامت تک کیسے کیسے فتنے برپا ہونیوالے ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کا طریقہ کیا ہے چنانچہ مشکوۃ شریف کی کتاب الفتن میں بروایت حذیفہ رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے قیامت تک جو فتنے ہونگے انکی خبر دی ہے اور جو لوگ ان فتنوں کو برپا کرینگے انکی علامت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے قوم یستنون بغیر سنتی ویھدون بغیر ھدئ یعنے ایک قوم ہوگی جو میری راہ کے سوا دوسری راہ اختیار کرے گی اور لوگوں کو میرے طریقہ کے سوا دوسرا طریقہ بتاسے گی۔ اور اس قوم کی نسبت یہ کہا گیا ہے دعاۃ علی ابواب جھنم من اجابھم الیھا قذفوہ فیھا یعنے یہ گروہ لوگوں کو دوزخ کے دروازوں پر بلائیگی اور جو شخص اس دعوت کو قبول کریگا اسکو اسی دوزخ میں جھونک دے گی ساتھ ہی اس گروہ کا یہ پتہ دیا گیا ہے ھم من جلدتنا ویتکلمون بالسنتنا یعنے یہ گروہ ہم ہی میں سے ہوگی اور قرآن وحدیث ہی سے کلام کریگی۔ اس بیان کو سنکر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے دریافت کیا کہ ایسے وقت میں کیا کرنا چاہیئے تو آپ نے فرمایا تلزم الجماعۃ المسلمین وامامھم یعنے جماعت مسلمیں اور اسکے امام کی پیروی کرو اس پر حذیفہ نے کہا کہ اگر اس زمانہ میں جماعت مسلمین اور امام نہ ہو تو کیا کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا فاعتزل تلک الفرق کلھا ولوان تعض باصل شجرۃ حتی یدرکک الموت وانت علی ذلک یعنے ان فرقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اگرچہ کھانے کو جنگل کے درختوں کی جڑیں ہی میسر آئیں یہانتک کہ موت آجاے اور تم اسی حالت میں رہو

سبحان اللہ مرزا صاحب کے فتنہ کی نسبت آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے کیسے صاف الفاظ میں پیشگوئی فرمادی ہے جسکو ایک معمولی فہم کا آدمی بھی بخوبی دریافت کرلے سکتا ہے۔

اب ہم اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔ حدیث میں وارد ہے کہ خدا تعالی ایک نااہل کے ذریعہ سے بھی اپنے دین کی تائید فرماتا ہے۔ الحمد اللہ باوجود میری قلیل البضاعتی کے میرے مولائے کریم نے اپنے فضل عمیم سے مجھکو اسکی توفیق دی اور میں نے بحول اللہ وقوتہ مرزا صاحب کا روحانی قتل کردیا ہے جس کے لحاظ سے مجھے بھی مجازاً مسیح ہونیکا دعوی ہوسکتا ہے۔ اگر مرزا صاحب مسیح اعور کا کرشمہ اپنے نفس ہی پر بتلاکر پھر بھی زندہ ہوجائیں اور مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوں تو انکا یہ فعل اس حدیث کے بموجب ہوگا اذا لم تستحی فاصنع ما شئت۔ ع بے حیا باش وہرچہ خواہی کن۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

خاکسار

محمد غوث سعید کان اللہ لہ

۲۵ ذالحجہ سنہ ۱۳۲۴ ہجریہ

التماس بخدمت برادرم مولوی صفدر حسین صاحب

یہ رسالہ مکرمی مولوی میر مردان علی صاحب کو من اولہا الی آخرہا دو جلسوں میں سنایا گیا پہلے حصہ کو سنکر تو میر صاحب نے کہا کہ یہ رسالہ نہایت مفید ہوگا اور طرز تقریر سے معلوم ہوا کہ اسکا جواب دیکھنے کے بعد اس امر کا فیصلہ ہوسکے گا کہ حق کسکی جانب ہے۔ یہ تقریر تو اس آیت قرآن مجید کی کامل تصدیق تھی۔ مذبذبین بین ذٰلك لاالی هٰؤلاء ولا الی هٰؤلاء۔ دوسرا حصہ سماعت فرمانیکے بعد جناب میر صاحب پر جو کیفیت طاری ہوئی اسکو دیکھکر ہماری نظروں میں وہ سین پھر گیا جس کا ذکر قرآن شریف کی اس آیت میں ہے الوتر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه ان اٰته الملك اذ قال ابراهیم ربی الذی یحی ویمیت قال انا احی وامیت قال ابراهیم فان الله یاتی بالشمس من المشرق فات بها من المغرب فبهت الذی کفر والله لا یهدی القوم الظالمین۔

اسکے بعد ہم نے آپ کو بھی اس رسالہ کو سنانا چاہا لیکن آپ نے یہ فرماکر کہ جب رسالہ طبع ہو جاتا ہے تو اسی وقت دیکھ لیا جائیگا سننے کی ضرورت نہیں ہماری درخواست کو قبول نہیں کیا۔ خیر اس سے ہمیں بحث نہیں۔ ہم نے مکرمی میر مردان علی صاحب کے اعتقاد کی جو کیفیت رسالہ سماعت فرمانیکے بعد دیکھی تھی چونکہ اسمیں اب فرق پیدا ہوگیا ہے اور یہ غالباً آپ کے اور انکے درمیان جو گفتگو ہوئی اسی کا نتیجہ ہوگا ہم آپ کو محض

براہ محبت و ہمدردی جتائے دیتے ہیں کہ میر صاحب عدم واقفیت کی وجہ سے آپ کو نہ صرف کتاب وسنت کے ماہر سمجھے ہوے ہیں بلکہ انکا یہ خیال ہے کہ اہل اللہ کی صحبت کے اثر سے آپ حق بات کو بلا اعانت کتاب وسنت خود بخود دریافت کرلیتے ہیں جسکے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ آپ کو بھی الہام ہوا کرتا ہے۔ ایسی حالت میں آپکو چاہئے کہ محض اپنی بات کی پرداخت میں اور نادان لوگوں کو اپنے علم وفضل کا ثبوت دینے کے لئے اپنی غلطی کے اعتراف سے بلطایف الحیل گریز نہ کریں اور قرآن مجید کی اس وعید کا خیال رکھیں

اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورا وا العذاب وتقطعت بهم الاسباب وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃ فنتبراء منهم کما تبرءوا منا کذلک یریهم الله اعمالهم حسرات علیهم وما هم بخارجین من النار۔

اغلاطنامہ القول الفاصل بین الحق والباطل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۱۲	غیر زوال پذیرہ	غیر زوال پذیر	۲۷	۴	خیال کی	خیال کے
۶	۶	قطعی الدلہ	قطعی الدلالہ	۲۷	۶	یُخْرُجُوْنَ	یَخْرُجُوْنَ
۷	۱۲	یَرجِعَ	یَرْجِعُ	۲۸	۳	اسقدر رکیک	اسقدر رکیک
۹	۲	وعدۃ الشہود	وحدۃ الشہود	۳۱	۶	آعدِلُ	اَعْدِلُ
۹	۴	این جماعت کے کہ	این جماعت کہ	۳۴	۱۳	ا ذنتکو	أذنتکو
۱۳	۱۶	واین خدا بجوے	واین خدا بجوے	۳۴	۱۵	فتنہ	فتنۃ
۱۷	۸	رَسُوْلِ	رَسُوْلُ	۴۵	۱۷	وما صلبوہ	وما صلبوہ
۱۷	۱۴	وَلَمْ آکُ	وَلَمْ اَکُ	۵۰	۵	صاحب	صاحب
۲۰	۹	اَیَدْتُکَ	اَیَّدْتُکَ	۵۴	۹	حیوۃ المسیح	حیوۃ المسیح
۲۱	۲	قراردے	قراردے	۶۶	۱۲	عرت	عزت
۲۴	۲	وَاِذَا الْعِشَارُ	وَاِذَا الْعِشَارُ	۷۹	۳	انتہایۃ	انتہائہ
۲۴	۶	حُشِرَت	حُشِّرَت	۹۴	۱۰	توقیتنی	توفیتنی
۲۵	۱۰	اُمّمت	اُمْمِتَتْ	۹۸	۱۶	لعدی	بعدی

تمت